THE ALHAKAM, QADIAN, رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتے یغیروا ما بانفسھم

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

الحکم قادیان

ہفتہ وار

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

ہر انگریزی ماہ کی ۷ ، ۱۴ ، ۲۱ ، ۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ شائع ہوتا ہے

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد مجاہد (مصری) عرفانی

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی !
دوا بینی ۔ شفا بینی غرض دار الاماں بینی !

جلد ۳۷ | مورخہ ۷ فروری ۱۹۳۴ء مطابق ۲۲ شوال المکرم ۱۳۵۲ھ بروز چہار شنبہ | نمبر ۴

الحکم کے اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا اظہارِ مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

"مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

مجھے یہ معلوم کرکے بیحد خوشی ہوئی ہے کہ آپ پھر الحکم جاری کرنے لگے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ برکت دے اور اس ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کردے۔ الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے ۔ اور جو موقع خدمت کا اسے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے ۔ وہ کروڑوں روپیہ خرچ کرکے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے ۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے ۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے ۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ "الحکم" جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے ۔ اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے ۔ اور اللہ تعالےٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس خدمت کی توفیق دیتا رہے ۔ اللّٰھم امین"

خاکسار

مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

(۱۷ جنوری ۱۹۳۴ء)

الحکم اور اس کے خریدار و انصار

گزشتہ نمبر سے میںنے الحکم کے اُن خریداروں اور انصار کے خطوط کا خلاصہ دینا شروع کیا ہے۔ جو الحکم کے جاری رکھنے کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے مستعد اور آمادہ نظر آتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ محض اسلئے جاری کیا گیا ہے کہ ان احباب کرام کے اخلاص کا ریکارڈ الحکم میں قائم رہ سکے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان تمام احباب پر لاانتہا او لاانقطاع فضل نازل فرمائے۔ جو مسیح موعود کے اس بازو کو قائم رکھنے کی سعی کرتے رہے۔ یا اب کر رہے ہیں۔ (آمین)

حضرت نواب محمد علی خان صاحب قبلہ مدظلہ العالی کا مکتوب گرامی:-

حضرت نواب محمد علی خان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ اپنے مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں واجب الاحترام شخصیت رکھتے ہیں۔ اس سے قطع نظر وہ الحکم کے اول المعاونین میں سے ہیں۔ الحکم کے معاونین کی تاریخ میں حضرت نواب صاحب کا نام سب سے اوپر لکھا جائے گا۔ اس کے دور اول میں آپ ایک سو روپیہ سالانہ اسکی مدد فرماتے رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ان کی اس امداد کا نتیجہ تھا کہ الحکم اپنی ابتدائی مشکلات میں سے آگے نکل گیا۔ الحکم اس دور جدید میں انھوں نے ایک مبسوط خط مجھے لکھا ہے۔ جو قیمتی مشوروں اور صحیح اور مخلصانہ جذبات سے پر ہے۔ میں اس کا صرف ایک حصہ دیتا ہوں۔ جو زیادہ تر انجمن سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس معاملہ میں میں ان کے ساتھ لفظاً لفظاً متفق ہوں۔ سلسلہ کے پریس کو مضبوط بنانے کے لئے انجمن کا سب سڈی دینا نہایت اہم اور ضروری ہے۔ (عرفانی)

اخویم شیخ صاحب سلمکم اللہ
السلام علیکم و رحمۃ اللہ
الحکم کے دوبارہ جاری ہونے کی خوشی ہے۔ خدا کرے یہ نشاۃ ثالثہ یا رابعہ بابرکت ہو۔ اور پھر منہ نہ چھپائے۔ میرے خیال میں (یہ خیال بہت پرانا ہے) کہ احمدیہ اخبارات کی بقا اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ ان کے کام تقسیم ہو جائیں۔ مثلاً اسطرح ہو کہ **الفضل** سلسلہ کا گزٹ اور محض معارف اسلام کے لئے وقف ہو جس طرح ابتدا میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی ادارت میں تھا۔ **الحکم** پرانی باتوں اور حضرت مسیح موعودؑ کی لائف اور کلام و حالات کے لئے۔ **فاروق** مخالفین کے جوابات کے لئے **نور** ہندوؤں اور سکھوں کے لئے۔
اس طرح ہر ایک اخبار کی ضرورت ہوگی۔ اور ان کو فتر بیا ایک ہی اخبار تصور ہو کر انجمن کی طرف سے سب سڈی ملے گا

مولانا جلال الدین صاحب شمس مبلغ بلاد اسلامیہ کا مکتوب

"الحکم کا دوسرا نمبر ملا۔ دو روز سے میری طبیعت ناساز تھی۔ لیکن الحکم نمبر اول کے بصیرت اور ایمان افروز مضامین پڑھ چکا تھا۔ اسلئے باوجود ناسازی طبع میںنے اسے کھولا۔ اور جبتک کہ از ابتدا تا انتہا نہ پڑھ لیا۔ ہاتھ سے نہ رکھا۔
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریریں۔ اور آپکے صحابہ کے حالات جو آپ درج کرتے ہیں وہ بلاریب ایمان میں تازگی پیدا کرنے والے ہیں اور جو پروگرام آپنے اخبار الحکم کے لئے تجویز کیا ہے وہ نہایت مستحسن ہے۔ اور جماعت کی تربیت روحانی کا ایک نہایت اچھا ذریعہ ہونے کے علاوہ غیر احمدیوں میں تبلیغ کا نہایت ہی اعلیٰ وسیلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مفید اور بابرکت کام کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین"

شیخ مظفر الدین صاحب بی ایس سی۔ پشاور

عزیز مکرم شیخ مظفر الدین صاحب حضرت منشی تاج الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے خلف الرشید ہیں حضرت منشی تاجدین صاحب نے جو سلسلہ احمدیہ کی خدمات کی ہیں انکا تذکرہ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کے ضمن میں جلد آئیگا۔ الحکم کے اجرا پر شیخ صاحب نے جس مسرت کو خوشی کا اظہار کیا ہے۔ مجھے اس سے اس لئے خوشی نہیں ہوئی کہ وہ خود الحکم کے خریدار ہوئے یا انھوں نے گیارہ خریداروں کی لمبی فہرست بھیجی۔ بلکہ میری خوشی کا باعث یہ تھا کہ انکے اندر حضرت منشی تاجدین صاحب جیسا اخلاص۔ جوش۔ ایثار نظر آیا۔ میںنے اپنے تصور میں انھیں اپنے سامنے دیکھا اور کہا کہ آپکو مبارک ہو مظفر الدین جیسا بیٹا آپ کا قائم مقام ہے۔ آپ الحکم کے اجرا پر از حد خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے گیارہ خریداروں کا سٹ ارسال فرماتے ہیں (جزاہم اللہ احسن الجزا) اور لکھتے ہیں کہ ہم سب کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ الحکم کی اس ترقی کو تا ابد جاری رکھے اور اس کو خدمت دین کی پوری توفیق عطا فرمائے۔ جو دائم ہو۔ آمین ثم آمین ——— اگر ایک سو احباب اس سپرٹ کو لے کر کھڑے ہوں جو بابو مظفر الدین صاحب نے دکھائی ہے۔ تو یقیناً الحکم اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر سلسلہ کی خدمت کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ بابو صاحب کی ہمت اور عمر میں برکت دے۔ آمین (الحکم)

الحکم کو ہدیۂ تبریک از مولینا شمس

مولانا جلال الدین شمس جماعت کے ان مجاہدین میں سے ہیں۔ جنھوں نے ہندوستان اور ہندوستان کے باہر بلاد اسلامیہ عربیہ میں بے نظیر کام کیا ہے۔ اور سلسلہ کے تمام افراد آپکی خدمات سے واقف ہیں مولانا "الحکم" کے مطالعہ سے بیحد متاثر ہوئے اور باوجود علالت طبع کے الحکم کے لئے ہدیہ تبریک مع ایک چٹھی کے لکھ کر ارسال فرمایا ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزا (مدیر)

الحکم جاری ہوا شکرِ خدائے دو جہاں
کھینچے عرفانِ الٰہی کا اسے بحرِ عظیم
گوہرِ مقصود ہے لاریب وہ سارا کلام
"الحکم" حامل ہے اقوالِ حَکَم کا بالیقیں
"الحکم" کی خوبیوں پر جب پڑی میری نظر!
مالکانِ "الحکم" کو دے یہ توفیق اے خدا

بزمِ احمدؑ کا جو ہے سب سے زیادہ رازداں
جس میں علم و معرفت کا اک خزانہ ہے نہاں
تھی صدف جس کی زباں مہدیؑ آخر زماں
حق تعالیٰ سے ملا اس کو یہ عزت کا نشاں
دی مبارکباد عرفانی کو میںنے بیگماں
رکھیں وہ جاری اسے تا انتہائے ایں جہاں

جب حَکَم نے "الحکم" کو اپنا بازو کہہ دیا
شمسؔ اسکی مدح میں پھر کیوں نہ ہو رطب اللساں

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

کچھ "آپ بیتی" کچھ "جگ بیتی"

میں عید کے بعد سے بستر علالت پر لیٹا ہوا ہوں۔ اور نہیں جانتا کہ میں اٹھوں گا یا نہیں۔ اور اٹھوں گا تو کب؟ مگر میرے دل میں ایک اطمینان اور سکون ہے۔ اگر میری موت ہی مقدر ہے۔ تو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے الحکم جاری کرنے کی توفیق دے دی۔ اور میں اور میری نسلیں فخر کرینگی کہ مرتے ہوئے بھی ذکر حبیب سے رطب اللسان ہوں۔ دنیا کی کلفتیں اور کوفتیں خانی اور کمزور جسم کے لوازمات میں سے ہیں۔ لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے میری روح اسوقت قوی ہے۔ اسلئے میں نے چاہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ میں سے چند اُن واقعات کا ذکر کردوں جو حضور کی اپنی شفقت اور ذرہ نوازی سے ایک دنیا کی نظر میں معمولی سے معمولی انسان بلکہ حیوان تک کے لئے جوش زن تھیں۔ فطرت انسانی کا خاصہ ہے کہ دُکھ اور درد میں اپنے محسن کی شفقت کو یاد کرتا ہے۔ اور یہ یاد اور بھی رقت انگیز ہو جاتی ہے۔ جب کوئی اس خصوص میں صدمہ پہنچ جاتے۔ میں نے ایام بیماری میں ایک ڈاکٹر صاحب کو بلانا چاہا مگر اس کے پروگرام شکار نے مجھے ناکام رکھا۔ تب میرا دل بھر آیا۔ اور زندگی کی گذشتہ ۳۶ سال کی تاریخ علالت کے ورق میرے سامنے آنے جانے لگے۔ اور میں نے اپنے عالم تصور میں ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ

میں اس فیت کو ٹھکرا دیتا ہوں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شفقت کا نمونہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی کسی پر ناراض نہیں ہوتے تھے۔ مگر میں ایک واقعہ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جس سے پڑھنے والوں کو اندازہ ہو سکے گا۔ کہ شفقت علیٰ خلق اللہ کے سلسلہ میں جو چیز حضور کو ناپسند تھی۔ وہ کسی بیمار کے علاج سے غفلت تھی۔

حضور کا ایک ملازم تھا جس کو پیرا پہاڑیا کہا کرتے تھے۔ وہ شخص مرفوع القلم سا تھا لوگ اسے عام طور پر حیوان ہی سمجھتے تھے۔ یہ ضلع کانگڑہ کا باشندہ تھا۔ وہ حضرت کی بعثت اور ماموریت سے پہلے سے قادیان میں تھا اور حضرت کے حضور رہنے لگا۔ وہ دنیوی آداب سے بالکل ناواقف اور وحشی سا انسان تھا۔ مگر حضرت اس پر بھی کبھی ناراض نہ ہوتے۔ کچھ عرصہ بعد جبکہ حضرت کے منادی کی اشاعت ہو گئی اور لوگ دور دور سے آکر قادیان میں رہنے لگے تو سنور ضلع پٹیالہ سے اکبر خان مرحوم جو بڑے ہی نیک اور متقی انسان تھے۔ وہ بھی تشریف لے آتے۔ اُن کو بھی یہ سعادت ملی کہ وہ حضرت اقدس کی خدمت کے لئے مخصوص ہوں۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد جبکہ منارۃ المسیح کے لئے بھٹے کا آغاز ہوا۔ تو پیرا پہاڑیا بیمار ہو گیا۔ اور اسے طاعون ہو گئی۔ اسکے لئے اس بھٹے کے قریب ایک سگریگیشن کیمپ بنا دیا گیا۔ جہاں اسے بھیجا گیا۔ حضرت اکبر خان صاحب کو اس کے علاج کے لئے مامور فرمایا۔ اس کے لئے باقاعدہ حضور خود دوا دیتے تھے۔ میرے ڈاکٹر قاضی محبوب عالم صاحب رضی اللہ عنہ نے حضرت صاحب کے لئے عرق کیوڑہ تیار کر کے بھیجا تھا۔ اور وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا حضور نے اس پیرا پہاڑیا کی تیمارداری کے لئے کئی بوتلیں اس عرق کیوڑہ کی خانصاحب کے سپرد کیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خانصاحب سے کہا کہ جونکیں لگوا دو۔ اور اس کے علاج میں کسی خرچ کا مضائقہ نہ کیا جاتے۔ بار بار اس کی خیریت کی خبر دریافت فرماتے۔ خانصاحب نے قادیان میں جونکوں والے کو تلاش کیا۔ مگر نہ ملا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پیرا کی بیماری باعث ہلاکت ہو گئی۔ حضرت صاحب کو جب یہ علم ہوا تو آپ بیحد متاثر ہوئے اور سخت ناراض ہوئے آپ کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور خانصاحب مرحوم کو ساری عمر حضرت صاحب کی یہ ناراضگی نہیں بھولی وہ رویا کرتے تھے اور استغفار پڑھتے تھے۔ کہ ایک ذراسی غفلت جو میں نے ایک بیمار کے علاج کے متعلق کی اسوقت میں اسے غفلت نہیں سمجھتا تھا۔ مگر اس کی موت نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس شفقت کو مجسم کر دیا جو آپ کو پیرا پہاڑیا جیسے حیوان نما انسان کے ساتھ تھی۔

میں خواہش کرتا کہ کاش وہ پیرا پہاڑیا میں ہوتا۔ جس کے لئے خدا کا مسیح برگزیدہ نبی اسقدر رحم اور محبت اپنے دل میں رکھتا ہے۔ نہیں نہیں یہ سوء ادبی ہے۔ وہ سراسر رحمت و شفقت انسان سب کے لئے ایسا ہی جوش رکھتا تھا۔ اور خود میرے لئے بھی اس کی رحمت و شفقت نے حیرت انگیز اخلاقی معجزات دکھلائے ہیں۔

سنہ ۱۸۹۷ء میں محمد حسین بٹالوی نے بٹالہ کے ایک سب انسپکٹر کا آلہ کار بنکر حضرت مسیح موعود کے ایک اشتہار کی بنا پر حفاظت جان کے لئے اسلحہ کی درخواست کر دی۔ جس پر سب انسپکٹر موصوف نے زیر دفعہ ۱۰۷ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف حفظ امن کی ضمانت کے لئے رپورٹ کر دی اور اسطرح پر محمد حسین والا مقدمہ شروع ہو گیا۔ اس مقدمہ کی ایک پیشی پٹھان کوٹ میں تھی۔

میں اس سفر میں حضور کے ہمراہ تھا۔ رات کو میں یکایک سخت بیمار ہو گیا۔ درد معدہ کا حملہ ہوا۔ اور اسکے ساتھ ہی پیشاب پاخانہ بھی بند ہو گیا۔ میں جس کمرے میں سویا ہوا تھا اس میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم تھے۔ میں ان کی نزاکت طبع سے واقف تھا۔ ان کے آرام کا خیال کر کے میں "ہائے" تک منہ سے نہ نکال سکتا تھا۔ اور درد ہر آن بڑھتا جاتا تھا۔ آخر میں نہایت تنگ ہو کر دوسرے کمرے میں جو اس کے ساتھ ہی تھا۔ جہاں حضرت حکیم الامت سو رہے تھے۔ آیا۔ اور اُن کے پہلو میں اس امید سے لیٹ گیا کہ کروٹ بدلیں تو عرض کروں۔ چنانچہ انھوں نے کروٹ بدلی تو میں نے کہا "ہائے" میری یہ آواز حضرت کے کان میں بھی پہنچی۔ جو اسکے ساتھ ہی کمرے میں استراحت فرما تھے۔ قبل اسکے کہ مولوی صاحب اُٹھتے۔ حضرت اقدس فوراً تشریف لے آتے اور پوچھا

میاں یعقوب علی کیا ہوا؟

ان الفاظ میں محبت اور ہمدردی کا ایک ایسا نشہ تھا کہ میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ حضرت کی آواز کے ساتھ حضرت حکیم الامۃ اور دوسرے احباب بھی اُٹھ بیٹھے۔ میں نے اپنی حالت کا اظہار کیا۔ آپ نے مولوی صاحب سے فرمایا کہ

میں خود دوائی دیتا ہوں

چنانچہ آپ نے کچھ گولیاں مجھے دیں۔ اور جب قافلہ کی روانگی کا وقت آیا تو میں نے عرض کیا کہ مجھے ساتھ لیجائیں یا لاہور پہنچا دیں۔ میں درد سے اسقدر بیقرار تھا۔ اور میری حالت ایسی نازک معلوم ہوتی تھی کہ گویا موت مجھے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ آپ میری گھبراہٹ پر بار بار تسلی دیتے۔ اور فرماتے کہ میں سب انتظام کر کے جاؤں گا۔ اور تمہیں آرام آجائے گا۔ اور

اگر تم کہو گے تو آج نہیں جاؤں گا

اس شفقت اور ہمدردی کی مثال دنیا میں کہیں مل سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ کہ حضور اپنے ایک معمولی خادم کے لئے اتنا اہتمام فرماتے ہیں کہ اگر اسکا اطمینان اور تسلی اسی میں ہو کہ آپ اپنے سفر کو ملتوی کر دیں۔ تو ایک اچھی خاصی جماعت کے سفر کو اپنے ساتھ ملتوی کر دیں۔ آخر الامر یہ قرار پایا کہ دو آدمی میرے پاس چھوڑ دیئے جائیں۔ وہ معمولی آدمی نہیں۔ حضرت حکیم فضل الدین صاحب مرحوم۔ شیخ اللہ دیا صاحب مرحوم لودہانوی۔ اور ایک معقول رقم حکیم صاحب کے سپرد کی کہ علاج معالجہ میں غفلت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کر دیا۔ اور میں شام کو تندرست ہو کر قادیان پہنچ گیا۔

اس واقعہ کے دہرانے سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس پہلو کو دکھاؤں۔ جو بیماروں کی خبرگیری اور تیمارداری کے متعلق ہے۔ حضور ہمیشہ اپنے خدام ڈاکٹروں کو بیماروں کی ہمدردی اور شفقت کی تاکید فرماتے تھے۔ اور کہا کرتے کہ:۔

"تمہارا تعلق لوگوں کے جسموں کے ساتھ ہوگا
نہ کہ اُن کی روحوں کی ساتھ۔ اس لئے تمہاری
نظر میں مومن۔ متقی یا خدا کے منکر کا سوال
نہیں ہونا چاہیئے اور نہ کسی قوم اور فرقہ سے
تعلق کا۔ خدا کی ہر اُس مخلوق کے ساتھ جو
تمہارے پاس آئے۔ یا جنھیں تمہاری خدمت کی
ضرورت ہو۔ تم بلا امتیاز تفرقہ اُن کے کام آؤ۔
یہی بڑی نیکی ہے۔ اور خدا کا شکر کرو۔ کہ تمہیں
کسی کی خدمت کا موقع ملا"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحبت یافتہ ڈاکٹروں میں یہ روح بے نظیر طور پر نظر آتی ہے۔ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین ایک سانسی لڑکی کو جو چیچک سے بیمار تھی اُٹھا کر اپنے گھر لاتے ہیں۔ جہاں بہت سے بچے تھے اور بڑی شفقت کے ساتھ علاج کرتے ہیں۔

ہماری جماعت کے ڈاکٹروں اور حکیموں

کو چاہیئے کہ وہ اپنے اندر اس روح کو پیدا کریں۔ یہی ان کی کامیابی اور برکت کا ذریعہ ہوگی۔

نوٹ:۔ یہ مضمون حضرت والد صاحب قبلہ نے بیماری کی حالت میں لیٹے لیٹے مجھے دو تین بار کر کے لکھوایا ہے۔ (محمود احمد عرفانی)

مکتوبات احمدیہ

حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب کے نام میں آج کی اشاعت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک مکتوب گرامی درج کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ بعض دوستوں نے اسے پہلے بھی پڑھا ہوگا۔ لیکن انھیں نہیں معلوم کہ حضرت کے اس مکتوب کا محرک کیا امر تھا۔ وہ خود حضرت صادق کا ایک عریضہ نیاز تھا۔ جو حضور کی خدمت میں انھوں نے ایسے وقت لکھا کہ اُن کی صرف تیس روپے ماہوار تنخواہ تھی۔ اس تنخواہ میں سے وہ **دس روپے** ماہانہ دینے کے لئے آمادہ تھے۔ جاؤ دنیا میں **کوئی نظیر ایسے انسان کی لاؤ** جو ایسے وقت میں اپنے ایک صادق مرید کو متشدد حکم دیتا ہو۔ کہ وہ ایسا نہ کرے۔ حضرت مفتی صاحب کا عریضہ نیاز بجائے خود ان کی زندگی کی ایک بہترین تصویر ہے۔ یہی جذبہ اور جوش تھا۔ جس نے ان کے دل ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کو خود اپنے اندر پیدا کر لیا۔ اور حضور آخری وقت تک ڈاکٹر صادق کا محبت آمیز احترام فرمایا کرتے تھے۔ بات درمیان میں آگئی ہے اس لئے یہ بھی کہہ جاتا ہوں۔ کیونکہ دماغ پر ایسی باتوں کا غلبہ ہے۔ **حضور ایک مرتبہ** لاہور تشریف لے گئے۔ تمام احباب وقتاً فوقتاً آپ کے حضور حاضر ہوتے۔ مگر مفتی صاحب غیر حاضر تھے۔ آپ نے پوچھا مفتی صاحب نہیں آتے؟ حضرت صاحب عزم کر چکے تھے کہ اگر وہ نہیں آتے ہیں۔ تو ہم خود چلینگے۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ مفتی صاحب بیمار ہیں۔ تو حضور ایک اضطراب کے ساتھ جیسے شفیق ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اسلیئے کہ ماں کی محبت تو طبعی ہے۔ جو اس کے اپنے بچوں تک محدود ہوتی ہے۔ مگر یہ محبت تو رنگ ہی اور رکھتی ہے۔ اور یہ اضطراب تو خدا کے اس اضطراب کی تجلی تھی۔ جو اسے اپنے خاص بندوں کی جان لینے میں ہوتا ہے۔ بہر حال حضور تشریف لے گئے۔ اور مفتی صاحب کی عیادت ایسے رنگ میں فرمائی کہ مفتی صاحب کا دل باغ باغ ہو گیا۔ اس لذت و سرور کو میں خود جو محبت کا تشنہ رہوں جانتا ہوں۔ وہ اب تک محسوس کرتے ہیں۔

ایسا ہی ایک دفعہ جبکہ مفتی صاحب قادیان آگئے۔ تو سخت بیمار ہو گئے حضرت صاحب ان کی عیادت کو گئے اور فرمایا کہ مفتی صاحب میرے لئے دعا کرو۔ **بیمار رو بخدا ہوتا ہے رو بدنیا نہیں**۔ اسلئے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

غرض ڈاکٹر صادق کا اصل خط کا مضمون جو انھوں نے حضرت کے حضور لکھا اور حضور کا جواب پڑھ کر دوستوں کی ایمانی قوت کو ترقی ہوگی۔ اور ان کی معرفت بڑھے گی۔ ہم آج بھی وہی کیفیت اپنے اندر پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر اپنے امام کے ساتھ اس رنگ کی محبت اور اخلاص پیدا کر لیں۔

ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب کا عریضہ نیاز بحضور حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ❊ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مرشدنا و مہدینا نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذشتہ ہفتہ میں مینے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور میں ذرا ہٹ کر خادموں کی طرح پاس کھڑا ہوں۔ اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑوں کی ایک گٹھڑی کھولی۔ اور اس میں سے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بوٹ نکالا۔ جو کہ بادامی رنگ کا مضبوط بنا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ اور اسپر بادامی رنگ کے گول گول بٹن بھی لگے ہوئے تھے۔ جو کہ صرف زیبائش کے لئے لگائے جاتے ہیں۔ میرے دل میں یہ خیال ہے۔ کہ یہ مینے ہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تھا۔ سو وہ بوٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وبارک وسلم نے ہاتھ میں لیا۔ اور میری طرف دیکھ کر کچھ ناراضگی کے طور پر ارشاد فرمایا (کیوں جی۔ یہ کیا) اس فقرہ سے میں اپنے دل میں خواب کے اندر یہ سمجھا۔ کہ آپ فرماتے ہیں کہ اس سے عمدہ قسم کے بوٹ ہمیں تم سے آنے کی اُمید تھی۔ مگر میں شرمندگی سے خاموش ہوں کہ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ اسوقت سے میرے دل میں ایک تشویش ہے۔ اور اس خواب کی ایک تعبیر مینے یہ سمجھی ہے۔ کہ اس سے مراد اس خدمت میں کمی اور نقص ہے۔ جو کہ میں حضور اقدس کی کرتا ہوں۔ کیونکہ میں اپنے خطوط میں لکھا کرتا ہوں کہ حضور اقدس نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کا غلام ہوں۔ اور خواب میں بھی مجھے یہ دکھلایا گیا ہے کہ گویا مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک جوتی بھیجی ہے۔ سو مینے ایک تو یہ ارادہ کیا ہے کہ بجائے تین کے جو میں ماہوار ارسال خدمت کرتا ہوں آئندہ دس روپے ماہوار ارسال کروں وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ میں ڈرتا ہوں کہ اس اولوالعزم نبی۔ حبیب خدا۔ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کے سبب ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ صرف دس روپے ہی ارسال کروں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ جو حضور حکم فرمائیں۔ انشراح صدر کے ساتھ حاضر کرنے کو تیار ہوں۔ اور تھوڑی رقم پر غریبی کے ساتھ اپنا گذارہ کرنے کو راضی ہوں اور اس رحمٰن رحیم اللہ کیواسطے جس نے آپ کو اس زمانہ میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بنایا۔ حضور میرے لئے دعا اور شفاعت کریں۔ تاکہ میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ اللہ تعالےٰ آپکی ہر ایک دعا کو قبول کرتا ہے۔ اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دستار مبارک ہیں۔ پس آپ میرے لئے سفارش کریں۔ اور مجھے وہ طریق سکھلائیں۔ اور ان پر چلائیں۔ جن سے میں اللہ اور اس کے رسول کو راضی کر لوں۔

(آپ کی جوتیوں کا غلام محمد صادق۔ ۱۸ر مارچ ۱۸۹۸ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ❊ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی اخویم مفتی محمد صادق سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مینے آپ کا خط پڑھا۔ میں انشاء اللہ الکریم آپ کے لئے دعا کروں گا۔ تا یہ حالت بدل جائے۔ اور انشاء اللہ دعا قبول ہوگی۔ مگر آپ کو ابھی صلاح نہیں دیتا۔ کہ اس تنخواہ پر آپ دس روپے ماہوار بھیجا کریں۔ کیونکہ تنخواہ قلیل ہے۔ اور اہل و عیال کا حق ہے۔ بلکہ میں آپ کو تاکیدی طور پر اور حکماً کہتا ہوں کہ آپ اسوقت تک کہ خدا تعالیٰ کوئی با گنجائش اور کافی ترقی بخشے یہی تین روپے بھیجدیا کریں۔ اگر میرا کانشنس اس کے خلاف کہتا۔ تو میں ایسا ہی لکھتا۔ مگر میرا نور قلب یہی مجھے اجازت دیتا ہے۔ کہ آپ اس مقررہ چندہ پر قائم رہیں ہاں بجائے زیادت کے درود شریف بہت پڑھا کریں۔ کہ وہی ہدیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس ہدیہ کے ارسال میں آپ سے سُستی ہوئی ہو۔

(خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ ۱۸ر مارچ ۱۸۹۸ء)

درخواستِ دُعاء

میں ۱۹ر جنوری سے بستر علالت پر پڑا ہوا ہوں۔ اب طبیعت سدھر رہی ہے۔ الحمد للہ

حضرت **ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب** کی شفقتوں اور مخلصانہ خدمات کا پہلے ہی ممنون و احسان مند ہوں۔ اب جس روز سے وہ تشریف لے آئے ہیں۔ میری **کلفت اور کوفت** میں کمی ہو رہی ہے —!

حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ پچھلا اخبار لبستر علالت پر ترتیب دیا گیا تھا۔ اور یہ بھی مینے چاہا تھا کہ **اپنی علالت کا ذکر نہ کروں**۔ مگر مجبور رہو گیا۔ اور میرے نفس نے مجھے ملامت کی —!

میں احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ

میری صحت کے لئے دعا کریں!

اشتہارات کیمتعلق فیصلہ

"الحکم" میں اندراج اشتہارات کے متعلق سردست یہ فیصلہ ہے۔ کہ تین ماہ تک کوئی اشتہار بھی درج نہ کیا جاوے۔ اگرچہ اس فیصلہ سے حضرت والد صاحب قبلہ کو بعض ان دوستوں کے اشتہارات کے درج نہ ہونے کا افسوس ہے۔ لیکن یہ انتظامی فیصلہ ہے۔ احباب دعا کریں کہ الحکم جس سُرعت کے ساتھ اسوقت ترقی کر رہا ہے۔ خدا تعالیٰ اس میں اور بھی اپنے رحم و فضل کا انعام کرے تو الحکم میں اشتہارات کے لئے الگ صفحات محفوظ کر دیئے جائینگے۔

(مینجر)

احباب سے ایک درخواست

الحکم کے قدیم سرپرستوں میں (جو اب تک خدا کے فضل سے زندہ ہیں) الحکم کا پرچہ ارسال ہے۔ اور مجھے ہرگونہ یقین ہے کہ وہ اس کی سرپرستی میں اپنی مسرت لقین کرینگے۔ لیکن اگر وہ کسی وجہ سے خریدار نہ رہنا چاہیں تو از راہ کرم بواپسی ڈاک اطلاع دیں۔

ایسا ہی جن دوسرے احباب کی خدمت میں بغرض تحریک خریداری پرچہ بھیجا جاتے۔ وہ اگر خریدار ہونا چاہیں تو اطلاع دے کر ممنون فرمائیں۔ الحکم کے اس دور میں چاہتا ہوں کہ بقایا کا کوئی حساب نہ رہے میں جذبات آمیز الفاظ میں کوئی اپیل نہیں کرتا۔ صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ **الحکم کے احیاء و بقا کی تحریک میں حصہ لینا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بازو کو قائم رکھنے کے ثواب و سعادت سے بہرہ اندوز ہونا ہے**

(عرفانی)

(15)

پچاس سالہ تبلیغ کے واقعات و حالات مقالات و الہامات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور مخالفتوں کی آندھیاں

۱۸۸۴ء میں حضور کو بہت بڑی مصروفیت تھی۔ براہین احمدیہ کی طباعت کا کام بڑے زوروں پر تھا۔ اور اس غرض کے لئے بار بار حضور کو امرتسر جانا پڑتا تھا۔ بعض اوقات کاپیوں اور پروفوں کی اصلاح کے لئے قادیان سے بٹالہ تک پیدل چلکر جانا ہوتا تھا۔ متواتر شب و روز میں غیر معمولی کام کرنا پڑتا تھا۔ جو انسانی طاقت و قوت سے بالکل بالا تھا۔

ادھر براہین کی اشاعت کے ساتھ آپکے الہامات کی اشاعت ہو رہی تھی۔ ہندوستان کی زمین میں ان الہامات کی ایک گونج پیدا ہونے لگی۔ اس گونج سے دو قسم کے نتائج پیدا ہوئے۔ ایک طرف سعیدوں میں قبولیت کا میلان پیدا ہو رہا تھا۔ اور دوسری طرف حق و حقیقت کے دشمنوں میں ایک بغض و عداوت کی رو چل رہی تھی۔ حضور کو آنے والی نصرتوں اور مخالفتوں کا پہلے ہی علم دیا جا چکا تھا۔ کہ جو ہم پر خدا تعالیٰ کے نشانات مضبوطی اور اطمینان کا باعث ہوں۔

پس ایک طرف تو وہ لوگ جو قبولیت کے لئے مستعد تھے وہ منتظر تھے کہ آپ کب دعویٰ کریں۔ اور وہ قبول کریں۔ چنانچہ ان ہی میں سے ایک کی قلبی کیفیت یہ تھی کہ اس نے کہا ؎

تم مسیحا بنو خدا کے لئے
ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر

دوسری طرف وہ علماء سوء اپنے کفر بازی کے کند ہتھیار کو لے کر شہر بشہر پھرتے تھے اور جگہ جگہ فتنے اور فساد کی آگ بھڑکا رہے تھے ان کا خیال تھا کہ ان کی آگ اس قدر بھڑکے گی۔ اور اس کے شعلے اس قدر بلند ہونگے کہ کسی جگہ اس انسان کو جسے وہ اپنا مدمقابل بنانا چاہتے تھے پناہ نہ ملے گی۔ ان کا خیال تھا کہ یہ ایک کمزور ناتوان انسان ہے۔ اور ساتھ اس کی اپنی قوم و خاندان کے لوگوں میں سے بھی کوئی نہیں دشمن کی نگاہ میں یک و تنہا تھا۔ اور اس کا پیس دینا ان کے نزدیک ایک آسان تر چیز تھا۔ انھیں یقین تھا کہ مخالفت کی جو آندھی ہم چلائینگے وہ ایسی ہوگی کہ اسے دیکھ کر کسی انسان کو یہ جرأت نہ رہے گی کہ وہ اسکے ساتھ میدان میں کھڑا رہے۔ اور اس طرح ہم اس شخص کو میدان سے نکال دینگے۔ اور یہ شعاع جواب ظاہر ہو رہی ہے اس کو ہم چھپا دینگے۔

مگر خدا تعالیٰ کا یہ فرستادہ غیر معمولی قوت اور غیر معمولی ضبط کو لے کر پیدا ہوا تھا۔ خدا نے اسے پہلے ہی سے ان آندھیوں کا علم دے رکھا تھا۔ اسلئے وہ خدا کا بہادر ایک نہایت بیباک اور بہادرانہ دل کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ اور ان دشمنوں کو اپنے مقابلے میں قوت مردانہ سے عاری خیال کرتا تھا۔ اسلئے ہر وہ نسخہ براہین احمدیہ کا جو طبع ہو علماء کو مفت بھیجا جاتا۔ یہیں تک نہیں بلکہ ٹکٹ بھی حضور اپنے پاس سے لگاتے۔ ان علماء سوء کو یہ جرأت تو نہ ہوئی کہ وہ براہین کا جواب لکھیں یا اس قسم کا شاندار کام کر کے دکھائیں۔ بلکہ نہایت بے حیائی سے اس قسم کے اعتراض کرنے لگے جو ہر طرح سے بودے اور کمزور تھے براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۶ میں یا مریم اسکن پر اعتراض کیا کہ یہ نحوی طور سے غلط ہے۔ اعتراض کرنے والے خیال کرتے تھے کہ وہ لوگوں کو یہ ذہن نشین کرائیں کہ اس کتاب کا مصنف معمولی عربی بھی نہیں جانتا۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ الہام سرچشمہ ربانی سے نازل ہوئے ہوں۔ خدا تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ وہ ان کی پردہ دری کرے۔ اور ان کی معاندانہ چالوں کو کھولدے۔ اور علمی دنیا میں انکو ذلیل کرے۔ چنانچہ اس الہام کے اعتراض کے جواب پر حضور نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں ایسے علماء سوء کے علم کی پردہ دری کی ہے فرماتے ہیں کہ:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدومی مکرمی۔ اخویم میر عباس علی شاہ صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعدہٗ آں مخدوم کا عنایت نامہ بذریعہ محمد شریف صاحب مجھ کو ملا۔ سو آپکو میں اطلاع دیتا ہوں کہ میں نے حصۂ سوئم و چہارم بخدمت علماء دہلی بھیج دئے ہیں۔ آپنے جو لکھا ہے کہ چوتھے حصہ کے صفحہ ۴۹۶ پر مخالف اعتراض کرتے ہیں۔ آپنے مفصل نہیں لکھا کہ کیا اعتراض کرتے ہیں؟ صرف آپنے یہ لکھا ہے کہ یا مریم اسکن میں نحوی غلطی معلوم ہوتی ہے اسکن کی جگہ اسکنی چاہیئے تھا۔ سو آپ کو میں مطلع کرتا ہوں۔ کہ جس شخص نے ایسا اعتراض کیا ہے اس نے خود غلطی کھائی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ نحو اور صرف سے آپ ہی بے خبر ہے۔ کیونکہ عبارت کا سیاق دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ کہ مریم سے مریم ام عیسےٰ مراد نہیں اور نہ آدم سے آدم ابوالبشر مراد ہے اور نہ احمد سے اس جگہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور ایسا ہی ان الہامات کے تمام مقامات میں کہ جو موسیٰ۔ اور عیسےٰ اور داؤد وغیرہ نام بیان کئے گئے ہیں۔ ان ناموں سے بھی انبیاء مراد نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک جگہ یہی عاجز مراد ہے۔ اب جبکہ اس جگہ مریم کے لفظ سے کوئی مؤنث مراد نہیں ہے۔ بلکہ مذکر مراد ہے تو قاعدہ یہی ہے کہ اس کے لئے صیغہ مذکر ہی لایا جائے۔ یعنے یا مریم اسکن کہا جائے۔ نہ یہ کہ یا مریم اسکنی۔ ہاں اگر مریم کے لفظ سے کوئی مؤنث مراد ہوتی۔ تو پھر اس جگہ اسکنی آتا۔ لیکن اس جگہ تو صریح مریم مذکر کا نام رکھا گیا۔ اسلئے برعایت مذکر مذکر کا صیغہ آیا۔ اور یہی قاعدہ ہے جو نحویوں اور صرفیوں میں مسلّم ہے۔ اور کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے۔ اور زوج کے لفظ سے رفقاء اور اقرباء مراد ہیں۔ زوج مراد نہیں ہے۔ اور لغت میں یہ لفظ دونوں طور پر اطلاق پاتا ہے۔ اور جنت کا لفظ اس عاجز کے الہامات میں کبھی اسی جنت پر بولا جاتا ہے۔ کہ جو آخرت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور کبھی دنیا کی خوشی اور فتحیابی اور سرور اور آرام پر بولا جاتا ہے۔ اور یہ عاجز اس الہام میں کوئی جائے گرفت نہیں دیکھتا۔“

۱۲ فروری ۱۸۸۴ء مطابق ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ

جب اس قسم کے اعتراضات سے بھی ان علماء سوء کا نتیجہ برآمد نہ ہوا تو وہ اپنے آخری ہتھیار پر اتر آئے۔ اور مخالفت کی آگ چاروں طرف لگا دی۔ حضور کے دوستوں کو تردد و تفکر پیدا ہوا۔ حضور ابھی امرتسر سے تشریف لائے ہی تھے۔ کہ ایک خط حضور تک اس فتنہ و فساد کی آگ کا پہنچا۔

ایسے وقت میں دنیا کا وہ متروک و مہجور انسان کس قوت و دلیری کے ساتھ بولتا ہے۔ اسکا اندازہ ذیل کے مکتوب سے ہوگا۔

مگر اس میں جو چیز سب سے زیادہ قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے وجود کو نبیوں کے وجود کی طرح پیش کر رہا ہے۔ میں اسپر تفصیل سے پھر انشاء اللہ لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں سلیم الفطرت لوگوں کے لئے یہ اشارہ کافی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدومی مکرمی اخویم میر عباس علی شاہ صاحب! سلمہ بعد سلام مسنون آں مخدوم کا خط بعد واپسی از امرتسر مجھ کو ملا۔ آں مخدوم کچھ تفکر اور تردد نہ کریں۔ اور یقین سمجھیں کہ وجود مخالفوں کا حکمت سے خالی نہیں۔ بڑی برکات ہیں کہ جن کا ظاہر ہونا معاندوں کے فسادوں پر ہی موقوف ہے اگر دنیا وی معاند اور حاسد اور موذی لوگ نہ ہوتے تو بہت سے اسرار اور برکات مخفی رہ جاتے۔ کسی نبی کے برکات کامل طور پر ظاہر نہ ہوتے۔ جتبک وہ کامل طور پر ستایا نہیں گیا۔ اگر لوگ خدا کے بندوں کو جو اس کی طرف سے مامور ہو کر آتے ہیں۔ یوں ہی انکی شکل میں دیکھ کر قبول کر لیتے۔ تو بہت عجائبات تھے۔ کہ ان کا ہرگز دنیا میں ظہور نہ ہوتا۔“

تاریخ ۲۶ فروری ۱۸۸۴ء مطابق ۷ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ

بقیہ مضمون صلا

بعد میں محمد قاسم صاحب کرنے نے کمپنی کے نام پہ وارنٹ لے دیا لیکن دو تین ہفتہ کی تلاش کے بعد بھی ناکام رہا اور کچھ پتہ نہ ملا۔ میں نے محسوس کیا کہ بمبئی میرے لئے کوئی اچھی جگہ نہیں۔ اسلئے میں نے ارادہ کر لیا کہ اب پونہ کو چلا جانا چاہیئے۔ چنانچہ میں نے بمبئی کو چھوڑ دیا اور پونہ چلا آیا۔

پونے میں مباحثہ

میں مصیبتوں کا مارا ہوا تھا۔ مگر جو چنگاری دل سے نہیں بجھتی تھی۔ وہ سلسلہ کی اشاعت اور تبلیغ کا خیال تھا۔ میں پونے میں سلیمان لدھا کی مسجد میں قیام پذیر تھا۔ اس مسجد کے امام کا نام مولوی عبدالرحیم تھا۔ اس سے سلسلہ کے متعلق بحث ہوئی۔ اور خوب بحث ہوئی۔ مگر مجھے فوراً ہی اس حجرے کو چھوڑ کر شہر میں دوسرا مکان لینا پڑا۔ پونہ میں اسطرح پر احمدیت کا چرچا ہونے لگا اور مجھے کئی قسم کی دھمکیاں دی جاتی تھیں۔ میں دھمکیوں کی کیا پروا کرتا تھا میرا عمل حضرت مسیح موعود کے اس شعر پر تھا ؎

دلبر کی راہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے
ہوشیار ساری دنیا اک باؤلا یہی ہے

مگر کاروبار کی حالت اچھی نہ تھی اور کوئی بہتر فضا پیدا نہ ہو سکی تو میں نے پونہ سے بھی رخت سفر باندھا۔ اور ڈھونڈ ہوتے منماڑ چلا آیا۔

(باقی آئندہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

ایک ضروری درخواست

جن لوگوں کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و رحم سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی ہونے کی عزت اور سعادت دی ہے۔ وہ اپنے حالات اور فوٹو دفتر الحکم قادیان میں بھیجدیں تاکہ وہ شائع ہو جائیں۔ ہر ایسا شخص خدا کا ایک نشان ہے۔ اور آیات اللہ کی تلاوت ایمان کو ترقی دینے والی چیز ہے۔ کسر نفسی سے اپنے حالات کو نہ چھپائے۔ (عرفانی)

حضرت حافظ نور احمد صاحب لودہانوی رضی اللہ عنہ

نمبر ۳

میر محمد سعید سے لڑائی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فیصلہ

میر محمد سعید اور میر محمد کبیر دو بھائی حضرت ام المومنین کے خاندان کے حضرت کی خدمت میں آ گئے تھے۔ محمد سعید نوجوان تھا۔ اور حافظ صاحب بھی نوجوان اور جوشیلے تھے۔ اس نے حافظ صاحب کی انگلی مروڑ دی۔ حافظ صاحب بدلہ لے سکتے تھے۔ مگر ان کے دل میں محمد سعید کی ایک عزت تھی کہ وہ حضرت ام المومنین کے خاندان کا لڑکا تھا۔ حضرت کو کسی طرح اس کی اطلاع ہوئی۔ اور حضرت صاحب نے فیصلہ کیا اور بلا کر کہا کہ تم بھی محمد سعید کی انگلی مروڑ لو۔ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ مینے اسپر عرض کیا کہ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ نماز عید کا موقعہ آیا۔ تو مینے ہی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد میری لڑکی بیمار ہو کر فوت ہو گئی۔ حضرت صاحب بار بار تشریف لا کر دلاسہ اور تسلی دیتے تھے۔ آپ کی اس شفقت اور تسلی نے میرے دل کو بھی صبر سے بھر دیا۔ اور میں خدا کی رضا پر راضی ہو گیا۔

پھر عید الاضحی آئی۔ اُسوقت بھی مینے ہی نماز پڑھائی۔ دہلی کے مباحثہ لشیر کے بعد حضرت صاحب پھر لدھیانہ آ گئے۔ دہلی میں حضرت صاحب کے پاس کافی روپیہ تھا۔ جس کے صندوقچے میں مقفل کر کے بریگ میں رکھا دیا گیا۔ صندوقچہ ٹوٹ گیا۔ اور روپیہ کا نقصان ہو گیا۔ لودہانہ پہنچنے پر یہ حقیقت کھلی۔ حضور نے کسی قسم کا افسوس نہ کیا۔ صرف انا للہ وانا الیہ راجعون کہدیا۔

حضرت صاحب کچھ دن لودہیانہ قیام کر کے دارالامان تشریف لے گئے۔ اور اس اثناء میں دوسرا سالانہ جلسہ بھی آ پہنچا۔ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میں جلسہ کی برکات سے حصہ لینے کے لئے قادیان حاضر ہوا۔ اسوقت قادیان میں بار بار جانے کی تحریک ہوتی رہتی تھی۔

امرتسر میں حضرت صاحب کی مصاحبت

مئی ۱۸۹۳ء میں ڈپٹی عبد اللہ آتھم کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مباحثہ قرار پایا۔ اس مباحثہ کی بڑی شہرت تھی۔ ہم بھی شریک ہونے کے لئے امرتسر چلے گئے۔ پندرہ روز تک مباحثہ ہوتا رہا۔ اور مباحثہ کے بعد عبد الحق غزنوی سے امرتسر کی عیدگاہ میں مباہلہ ہوا۔ وہ دن نہایت ہی رقت انگیز تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب دعا شروع کی تو لوگوں کی چیخیں نکل گئیں محمد حسین بٹالوی بھی وہاں موجود تھا۔ مگر وہ شریک نہ ہوا بہر حال حضرت صاحب کی دعا ختم ہوئی۔ اور مباہلہ کی قبولیت کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ حافظ محمد یعقوب جو حافظ محمد یوسف کا بھائی تھا اور غزنویوں کی بہت خدمت کیا کرتا تھا۔ اور ان کا بڑا معتقد تھا فوراً ...... بیعت کر لی اور کہا کہ مجھ پر سچائی کھل گئی ہے۔ حضرت صاحب قادیان کو واپس تشریف لے گئے اور میں لودہانہ واپس چلا آیا۔

مالی ابتلاء کا آغاز

حافظ نور احمد صاحب کپڑے اور پشمینہ کی تجارت کرتے تھے اور ان کا کاروبار کراچی اور حیدرآباد سندھ تک پھیلا ہوا تھا۔ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میں لودہانہ میں پانچ چھ ماہ رہا پھر طبیعت خراب ہو گئی۔ اور میں قادیان چلا آیا میں قادیان میں ہی تھا کہ میرے گھر سے ایک خط آیا جس سے معلوم ہوا کہ کراچی اور حیدرآباد سندھ کے سوداگران نے دیوالہ نکال دیا ہے۔ طبعی طور پر مجھے صدمہ ہوا۔ مگر حضرت صاحب نے مجھے ہر طرح تسلی دی اور مومن کو مشکلات اور ابتلا کیوقت کیا کرنا چاہئے۔ اسپر تقریر فرمائی مجھے اپنے پاس سے سفر خرچ دیا تاکہ میں موقع پر جا کر حالات کا مطالعہ کروں۔ چنانچہ میں قادیان سے لاہور گیا۔ اور وہاں سے حیدرآباد سندھ اور کراچی چلا گیا۔ کراچی میں کچھ دن رہنے کے بعد میں وہاں سے نوشہرہ فیروز پور واقع ملک سندھ میں چلا گیا۔ جہاں میرا پھوپی زاد بھائی کاروبار کرتا تھا۔ نوشہرہ فیروز پور میں ایک ہفتہ گزارنے کے بعد پھر کراچی آیا۔ ۶ر ستمبر ۱۸۹۴ء جو آتھم کے مرنے کی تاریخ تھی۔ میں نوشہرہ فیروز پور میں ہی تھا کہ معلوم ہوا کہ کراچی اور حیدرآباد سندھ کے بیوپاریوں نے واقعی دیوالے نکال دیئے ہیں ابھی میں وہاں اسی حالت میں تھا کہ معلوم ہوا کہ بمبئی کے تاجر کی حالت بھی خطرناک ہے۔ اور اس نے بھی دیوالہ نکال دیا ہے میں وہاں سے بسواری سٹیمر سیدھا بمبئی پہنچا۔ بمبئی کے بیوپاری سے کسی نہ کسی طرح دو ہزار کا مال وصول ہو گیا۔ مگر تین ہزار کا نقصان ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون حافظ صاحب کہتے ہیں کہ حضرت کے روپے کے نقصان کے واقعہ نے اور حضرت صاحب کی تسلی بخش باتوں نے میرے قلب کو مضبوط کر دیا۔ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میں ابھی بمبئی میں ہی تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول (رضی اللہ عنہ) جو نواب بہاولپور کے علاج کے لئے گئے ہوئے تھے بمبئی تشریف لے آئے۔ میرے باپ کا ایک ماموں زاد بھائی کہیں خلیفہ اول کو راستہ میں مل گیا۔ اور میرے بمبئی ہونے کا پتہ دیا۔ آپ اس کے ساتھ ہی میری قیام گاہ کھوجہ محلہ میں تشریف لے آئے۔ حضرت خلیفہ اول کو اپنے بھائیوں کے ساتھ بہت ہی محبت اور اخلاص ہوتا تھا۔ اور مجھپر تو اور بھی مہربانی فرماتے تھے۔ برابر پانچ چھ گھنٹے میرے غریب خانہ پر ٹھیرے رہے۔ اور اس کے بعد بمبئی کے اہلحدیث جماعت کے بہت بڑے سردار اور کاروباری حلقہ میں ممتاز سلیمان لدھا کے ہاں تشریف لے گئے۔ میں اسوقت بمبئی میں بوجہ خارش بیمار تھا۔ اور مینے جلاب لیا ہوا تھا۔ آپنے میری حالت کو دیکھا۔ اور مناسب حال دوائیں تجویز کر کے اُٹھے۔ اور آپ اسوقت تک میرے پاس بیٹھے رہے جب تک آپنے پورے طور پر تسلی اور اطمینان نہ دلا دیا۔ اور اپنے مالی نقصانات وغیرہ کے واقعات سناتے رہے۔ کہ مومن جب کسی نقصان پر صدق دل سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ اسے ضائع نہیں کرتا اور ولنبلونکم بشئی پر تقریر کرتے رہے۔ کہ آپ تو ہر قسم کے ابتلاؤں کا نشانہ ہیں۔ نقصان مال ہو چکا ہے۔ بیمار بھی ہیں کاروبار پر بڑا اثر پڑ گیا۔ مگر آپ گھبرائیں نہیں۔ خدا کی صلوٰۃ اور رحمت ایسے امتحانی مواقع پر صبر کرنیوالوں کے لئے مبشر ہیں۔ مجھے آپکی باتوں نے بہت فائدہ پہنچایا۔ اگرچہ میں تو قادیان سے دل میں تسلی و اطمینان بھر کر لے آیا تھا۔ اور مجھے کسی نقصان کا خوف نہ تھا۔ تاہم حضرت خلیفہ اول کی اطمینان بخش تقریروں نے میرے قلب کو قوی کر دیا۔ آپنے میرے لئے چند نسخے تجویز کئے اور سب ہر طرح مجھے مطمئن اور خوش پایا تو سلیمان لدھا کے ہاں تشریف لے گئے۔ ان کا قیام بمبئی میں تین دن تک رہا۔ میں بمبئی کے بوری بندر اسٹیشن پر آپ کو سوار کرانے گیا۔ اور پنجاب میل سے دہلی تشریف لے گئے۔ روانگی کے وقت میں نے عرض کیا تھا۔ کہ ایک قرآن شریف دہلی سے لیکر مجھے بھیجدینا۔ آپنے دہلی پہنچ کر پہلا کام یہی کیا۔ اور وہ قرآن مجید عرصہ تک میرے پاس رہا۔ آخر قیام اکولہ میں وہ ایک عورت کو پڑھنے کے لئے مینے دے دیا۔

ایک ٹھگ باز کمپنی کے جھانسہ میں

حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میرا ابتلاؤں کی تکلیف لمبی ہو گئی۔ میں بمبئی میں اس لئے ٹھیرا تھا کہ کاروبار کی کوئی اصلاحی صورت کروں۔ بمبئی میں مجھے ایک کمپنی سے واسطہ پڑا جس کے بڑے بڑے بورڈ۔ اور بڑا شاندار دفتر تھا۔ مینے تمام مال اس کے حوالہ کر دیا۔ اور جس نرخ پر سودا ہوا تھا۔ اس کے مطابق حساب و کتاب بھی تیار ہو کر یادداشت مرتب ہو گئی۔ اور دوسرے دن روپیہ کی ادائیگی کا وعدہ کیا گیا۔ میں بہت خوش تھا کہ موجودہ حالت میں کچھ تو کام چلے گا۔ مگر خدا کی مشیت کچھ اور چاہتی تھی۔ صبح کو میں خوش و خرم اٹھا اور وصولی روپیہ کے لئے گیا۔ جب وہاں پہنچا تو کمپنی کا نام و نشان نہ پایا۔ کچھ سمجھ نہیں آتا تھا کہ صرف ایک رات کے وقفے سے وہ تمام کارخانہ اُجاڑ ہو گیا۔ اور میں حیران و پریشان واپس آیا۔

گل دیگر شگفت

جس شخص سے مینے اپنا مال لے کر اور تین ہزار کا مال ڈبو کر فیصلہ کیا تھا۔ اس نے چالاکی کر کے میرے خلاف دو سو کے مال کا وارنٹ نکلوایا۔ میں حیران تھا کہ یا الٰہی کدھر جاؤں؟ مینے اسی حالت میں جبکہ سرکاری سپاہی موجود تھے ربنا لا تواخذنا ان نسینا الخ کی دعا پڑھنی شروع کی۔ میں نہایت رقت سے دعا کر رہا تھا کہ ایک نہایت نیک نفس انسان منشی محمد قاسم صاحب کرتے آ گئے۔ اور وہ مجھے اپنی گاڑی میں بٹھا کر فورٹ کو لے گئے۔ پولیس آفس میں جا کر اس نے انگریزی میں تقریر کی۔ اور مجھ سے سوال کیا۔ جسپر میں نے تمام ماجرا کہہ سنایا خدا کی شان دیکھو کہ منشی محمد قاسم صاحب کرتے کو میری امداد کے لئے بھیج دیا۔ اور اس نے پولیس آفس میں ایسی برجستہ تقریر کی۔ کہ معاملہ بالکل اُلٹ گیا۔ اور ان لوگوں پر جنھوں نے میرے خلاف وارنٹ نکلوایا تھا پچیس روپیہ جرمانہ کر دیا۔ اور مجھ کو کہا کہ وارنٹ کمپنی کے نام وارنٹ دیتے ہیں۔ وہ آدمی ۲۵ روپیہ دے کر تو فوراً بھاگ ہی گیا

(بقیہ مضمون صـ۵ کالم تین پر ملاحظہ فرمائیے)

افاداتِ بخاری

(حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے درس کی روشنی میں)

(۲)

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔ کہ آپ نے احادیث کی حفاظت کا کوئی انتظام نہیں کیا یا آپ اس کی حفاظت نہ چاہتے تھے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے۔ کہ آپ پسند نہیں کرتے تھے۔ کہ کوئی ایسا امر ہو۔ جو التباس کا ذرا بھی ذریعہ ہو سکے۔ اور کلام ربّانی کی حفاظت اور عظمت اس امر کی مقتضی تھی۔ کہ کوئی اور بات نہ لکھی جاوے۔ تاکہ کسی وقت کسی کم عقل کو یہ شبہ نہ ہو سکے۔ کہ شاید یہ بھی قرآن مجید کا کوئی حصہ ہو۔

علاوہ بریں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فعلی اور عملی کتاب جسکو سنّت کہتے ہیں ہروقت کھلی ہوئی تھی۔ اس لئے آپ نے اپنی قوم کی توجہ کو سراسر قرآن مجید کے حفظ کی طرف لگا دیا۔ اس اہتمام اور شوق نے مسلمانوں کی قوت حافظہ میں ایک بے نظیر ترقی پیدا کر دی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ قرآن مجید کا نزول اس کا انضباط اور تحفظ مسلمانوں کی احتیاط اور اسلامی دلدادگی کی ایک ایسی نظیر ٹھہر گیا۔ کہ دوسری قومیں اسکی مثال سے عاجز ہیں۔ اور اس شوق نے مسلمانوں میں ایک جوش پیدا کر دیا۔ کہ وہ محبوب و مولیٰ کے ان کلمات طیبات کو بھی جو آپؐ وقتاً فوقتاً اصلاح مسلمین کے لئے فرماتے تھے۔ شوق سے یاد کر لیتے [illegible] یاد رہنے دیتے تھے۔ گویا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک ایک روحانی مشین تھی۔ جس سے صحابہؓ کے قلوب پر نقوش کندہ ہوتے تھے۔ آپ کے منہ سے کسی کلمہ کا نکلنا اس شیدائے حق قوم کے لئے ایک قانون اور ضابطہ ہوتا تھا۔ اس لئے اس پاک جماعت کا ہر فرد اس شوق میں مست رہتا تھا۔ کہ آپؐ کے منہ سے کچھ سُنے اور اُسے یاد رکھے احادیث کے پُرغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اپنے کاروبار کی وجہ سے اگر ہر نماز میں بعض صحابہ شامل نہ ہو سکتے تھے۔ تو وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر باری مقرر کر لیتے اور نوبت بہ نوبت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور رہتے۔ اور آپؐ کے ارشادات کو یاد رکھتے۔

جس طرح پر قرآن مجید کا نزول ۲۳ سال میں ہوا۔ اور اس عرصہ میں اس کا نزول اس کے یاد کرنے کا نہایت ہی آسان ذریعہ ہو گیا۔ اسی طرح پر آپ کے کلمات طیبات کے یاد کرنے کے لئے بھی اتنا بڑا زمانہ کافی تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے انضباط کا جو اہتمام خود فرمایا تھا۔ اور جس طرح پر صحابہ رضؓ ایک خاص شوق سے اسکو حفظ کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ آج تیرہ صدیاں گذرنے کے بعد بھی قرآن مجید کی ترتیب میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور روئے زمین کے مسلمان اس پر متفق ہیں۔

غرض اس بے نظیر قوتِ حافظہ اس بے نظیر شوقِ تحفّظ اقوال نبی ان بے نظیر خصائصِ قومی نے مل ملا کر حضور انورؐ کے اقوال کے مجموعہ کو محفوظ رکھا اور ہم تک پہنچا دیا۔ اس میں شک نہیں کہ بعض ناعاقبت اندیش اور بے باک لوگوں نے اسلامی حکومت کی بعض پولٹیکل پیچیدگیوں اور خانہ جنگیوں کے زمانہ میں کوشش کی۔ کہ موضوعات کے ذریعہ اس پاک ذخیرہ کو مشکوک کر دیں۔ مگر جس طرح پر جواہرات میں ٹھیکریاں الگ پہچانی جاتی ہیں۔ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور کلمات طیبات صاف نمایاں نظر آتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے علم حدیث کی حفاظت اور شناخت کے لئے ایسے علوم پیدا کر دئے۔ کہ اس حریم قدس میں کسی نااہل کا گذر نہیں ہو سکتا۔

رفع اعتراض

بعض لوگ اپنی نادانی اور جہالت سے کہہ دیتے ہیں۔ کہ جبکہ قرآن مجید ایک مکمل اور جامع قانون ہے۔ پھر احادیث کی کیا ضرورت ہے؟ ایسے لوگ حقائق سے ناواقف اور سطحی خیالات رکھتے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت محض ایک آلہ وحی کے رنگ میں نہیں ہوئی۔ بلکہ قرآن مجید خود بتاتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اغراض کیا تھے؟

هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم ایاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة

کتاب اللہ کی تلاوت اور تزکیہ قوم اور تعلیم الکتاب والحکمۃ آپؐ کی زندگی اور بعثت کے اغراض تھے۔ جس سے پایا جاتا ہے۔ کہ آپؐ کی ذات مبارک کو ایک مقنّنِ قانون اور قرآن مجید کے عملی معلّم کا منصب دیا گیا تھا۔ جیسے دنیا میں کوئی قانون بدوں ضابطہ کے نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح قرآن کریم اگر ایک قانون ہے۔ تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قولی اور فعلی زندگی اس کا ضابطہ ہے ؛

دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ قرآن کریم اسلام کا قانون اساسی ہے۔ اور اس کی مقدس تعلیمات کسی دوسرے مجموعہ کی محتاج نہیں ہیں۔ لیکن جس طرح پر قانون اساسی کے ساتھ ثانوی (بائی لاز) ہوتے ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ملفوظات و ہدایات وہی بائی لاز ہیں۔ اس لئے اس کی سخت ضرورت ہے اس سے قرآن مجید کی شان بلند نظر آتی ہے نہ کچھ اور۔ اگر صرف اتنا ہی مان لیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں محض وحی الٰہی کے پہنچانے کا ایک آلہ تھے! تو پھر قرآن مجید نے یہ کیوں کہا؟

ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ

اور

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

اور آپؐ کو ایک جدید شریعت کی بنیاد رکھنے اور اسلامی تمدن کے اجرار کی کیا ضرورت تھی؟ آپؐ کی عملی زندگی بتاتی ہے۔ کہ آپؐ قرآن مجید کی تلاوت۔ تزکیہ اور تعلیم الکتاب والحکمۃ کے فرائض لے کر آئے تھے۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ آپؐ کی تعلیمات اور آپؐ کی عملی زندگی ایک مسلمان کی زندگی کا علمی اور عملی ضابطہ ہوتا۔ اور اس کے فہم کے لئے علم الحدیث کی ضرورت ہے ؛

فلسفہ حدیث اور فلسفہ تاریخ

اس زمانہ میں تاریخ ایک عظیم الشان علم ہے۔ اور یورپ اور متمدن قومیں فلسفۂ تاریخ کو اپنے لئے خضرِ راہ سمجھتی ہیں۔ مگر تعجب کی بات ہے۔ کہ نو تعلیم یافتہ لوگ باوجود فلسفہ تاریخ کے شیدائے ہونے کے علم حدیث سے متنفّر پائے جاتے ہیں۔ اور خود یورپ کے پادری احادیث پر اعتراض کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے۔ مدبّرین یورپ کے ملفوظات و تعلیمات کو جو ان کی سیرتوں میں ملتا ہے وہ قطعاً نہیں جھٹلاتے۔ لیکن جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ملفوظات و عملیات پر آتے ہیں۔ تو خبر کے جھوٹ اور سچ کے احتمال کا قضیہ نکال بیٹھتے ہیں۔ انصاف اور شرافت ہو۔ تو محدثین کے فلسفہ کے سامنے سر جھکا دیں ؛

علم اسماء الرجال اور علم الدرایۃ کے ماہرین نے کچھ ایسے تنقیدی اصول قائم کئے ہیں۔ کہ یورپ اس فن میں ابھی ابجد خواں کہا جاتا ہے۔

علم الحدیث

علم الحدیث پر میں اس مقدمہ میں تفصیلی بحث نہیں کر سکتا۔

(باقی)

تاہم میرا خیال ہے۔ کہ مجھے جستہ جستہ ایسے امور بیان کر دینے چاہئیں۔ جو اس علم کے مبتدی کے لئے بہت بڑی کتابیں پڑھنے کے بغیر آسکیں علم الحدیث کے متعلق میں یہاں ایک مختصر سی بحث کر دیتا ہوں۔ علم الحدیث کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ اوّل علم الروایت۔ دوم علم الدرایت اول الذکر میں سلسلہ روایت اور ضبط حدیث سے بحث ہو گی اور دوسری میں حدیث کے مطلب اور منشاء سے۔ پھر یہ دونوں قسمیں بارہ مختلف شاخوں پر منقسم ہیں۔ (۱) تدوین علم الحدیث۔ (۲) علم الناسخ والمنسوخ (۳) علم النظر فی الاسناد۔ (۴) علم کیفیت الروائت (۵) علم الفاظ الحدیث اسی علم کے نیچے روایت بالمعنی بھی آتی ہے۔ (۶) علم الموتلف والمختلف (۷) علم طبقات حدیث۔ (۸) علم غریب الحدیث (۹) علم اسمار الرجال۔ (۱۰) علم الجرح والتعدیل (۱۱) علم طرق الاحادیث (۱۲) علم الموضوعات۔ ان علوم پر محدثین نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ اور علم الحدیث کے وہ کارہائے نمایاں کئے ہیں۔ کہ یورپ کے فلسفۂ تاریخ اور فلسفہ روایت کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی۔

اس تقسیم علم الحدیث کے بعد مجھے تدوین احادیث پر کچھ کہنا ضروری ہے۔

تدوین احادیث

میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں احادیث کی کتابت کی ممانعت تھی۔ اور صرف قرآن مجید آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے سامنے لکھواتے تھے۔ چونکہ آپ نے قرآن مجید کے سوا احادیث کی کتابت کی مخالفت کر دی تھی۔ اس لئے یہ سچی بات ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں احادیث کی تدوین اور کتابت نہیں ہوئی۔ لیکن اس سے میری مراد یہ ہے۔ کہ احادیث کی کتابت ایک مرتب اور مدوّن کتاب کی صورت میں نہیں ہوئی۔ ورنہ کیا یہ امر واقعہ نہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو خطوط شاہان وقت کے نام لکھوائے تھے۔ اور ایسا ہی ایک صحابی کو بھی کچھ ہدایات لکھوا دی تھیں۔ جیسا کہ خود صحیح بخاری میں موجود ہے۔

چونکہ تدوین اور ترتیب کے رنگ میں کتابت احادیث نہیں ہوئی۔ اس لئے عام طور پر کہا جاتا ہے۔ کہ ہجرت کی پہلی صدی میں کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ میں اپنی سمجھ اور فہم کے موافق یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ اس پر زیادہ تدبّر نہ کرنے کی وجہ سے بعض لوگوں نے لکھ دیا۔ کہ احادیث نبوی کی تدوین و تالیف دوسری صدی میں ہوئی۔ اس لئے وہ اعتراضات کے نیچے ہیں۔ لیکن سچی بات یہ ہے۔ کہ یہ ایک غلط فہمی کا نتیجہ ہے جس میں بعض بڑے بڑے بزرگ بھی شامل ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جبکہ ہم مانتے ہیں اور یہ امر واقعہ ہے کہ اسلام نے اپنی اشاعت کیساتھ ہی حقیقی تمدن کی بنیاد رکھدی تھی۔ اور تالیف و تصنیف بھی تمدن کا ایک شعبہ ہے تو ہم تسلیم نہیں کر سکتے۔ کہ اسکی بنیاد بھی قرن اولی ہی میں نہ پڑ گئی ہو۔ ہاں اسکی تکمیل دوسری صدی میں ہوئی۔ اسی سے مؤرخ نے قیاس کر لیا کہ دوسری صدی میں ہی احادیث مدون ہوئیں۔ (باقی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کے دیکھنے سے ایک اور حقیقت کا اظہار ہوتا ہے۔ کہ آپ کی دعا بہت لمبی ہوتی تھی۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی نہایت لذیذ اور شیریں روح پرور چیز آپ کے اندر پیدا ہو رہی ہے۔ اس لطف اور ذوق میں آپ بیخود ہو جاتے ہیں۔ ایسی بیخودی کہ خدا تعالےٰ کی حمد و ثنار اور اس کے صفات عالیہ کے اظہار کے لئے ایک جوش آپ کے قلب میں پایا جاتا ہے۔ گریہ و بکار کی ظاہری صورت و کیفیت دیکھنے والوں کو نظر نہیں آتی تھی۔ اور ایک پُر سکون دل کے ساتھ آپ دعا فرماتے تھے۔ لیکن اندر سے گریہ و بکار کا انتہائی مقام اور انتہائی کیفیت آپ پیدا کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

جوشِ اجابتش کہ بوقتِ دعا بود
زاں گونہ زاریم نہ شنیدست مادرم

اس شعر میں آپ نے اپنی حالت گریہ و بکا کا اظہار کیا ہے۔ اور یہ بھی بتا دیا ہے۔ کہ وہ اس انتہائی مقام پر پہنچا ہوا ہے۔ کہ ایک بچہ بھی اپنی ماں سے الگ ہو کر اتنی گریہ و زاری نہیں کر سکتا۔ اور آپ کی دعا میں وہ تمام کیفیات اور شروط جمع ہو جاتے تھے۔ جو قبول ہونے والی دعا کے راز ہیں۔

آپ کی عادت شریف میں یہ بات بھی تھی۔ کہ بعض انعامات الٰہیہ کے نزول پر بھی بے اختیار دعا کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ۶ر ستمبر ۸۳ء کو خدا تعالےٰ نے مالی ضرورت کے وقت ۱۲ روپے آنیکی بشارت دی۔ پھر ۱۰ر ستمبر کو بھی تاکیدی طور پر سہ بارہ یہ الہام ہوا۔ جس سے سمجھا گیا۔ کہ آج اس پیشگوئی کا ظہور ہو جائیگا۔ اس الہام سے کوئی تین منٹ کے بعد وزیر سنگھ نامی ایک بیمار آیا۔ اور اس نے آتے ہی ایک روپیہ نذر کیا۔ اور ڈاک خانہ سے پتہ منگوایا گیا۔ تو ڈاک منشی نے کہا۔ کہ پانچ روپیہ کا منی آرڈر آیا ہے ابھی روپیہ نہیں آیا۔ آئے گا۔ تو دوں گا۔ اس حالت میں الہام ہوا۔ کہ بست و یک آئے ہیں اسمیں شک نہیں۔ اس الہام پر دوپہر نہیں گذرے تھے کہ ایک آریہ کو اسی ڈاک منشی نے کہا۔ کہ در اصل بست روپے آئے ہیں۔ اور پہلے یونہی منہ سے نکل گیا تھا۔ اسی جوش میں حضورؑ نے ایک دعا کی جو یہ ہے۔ ؎

اے خدا اے چارۂ آزارِ ما
اے تو مرہم بخش جانِ ریشِ ما
از کرم برداشتی ہر بارِ ما
حافظ و ستاری از جود و کرم
بندۂ درماندہ باشد دل تپاں
عاجزے را ظلمتے گیرد برا
حسن و خلق دلبری بر تو تمام

اے علاج گریہ ہائے زارِ ما
اے تو دلدارے دلِ غم پیشِ ما
وز تو ہر بار و براشکجارِ ما
بیکساں را یاری از لطف اتم
ناگہاں درماں براری از میاں
ناگہاں آری بہے۔ اور بار نگہ ڈکھا
صحبت بعد از لقائے تو حرام

اس طریق پر یہ بہت بڑی نظم ہے۔ اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ محبت الٰہی کا ایک فوارہ ہے جو آپ کے اندر پھوٹ رہا ہے۔ اور آپ کی رُوح حضرت باری کے حضور پرواز کرتی ہوئی چلی جاتی ہے اس طرح پر آپ کی دعاؤں کی یہ ایک خصوصیت ہے۔ کہ ان میں اطناب ہوتا ہے۔ اور اس اطناب میں خود حضرت باری کی حمد و ثنار کے لئے جوش پایا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات اس حمد و ثنا میں اتنے مستغرق اور گم ہو جاتے ہیں۔ کہ نفس مطلب دعا بھی اس جوش حمد الٰہی میں گم ہو جاتا ہے۔ میں نے یہ تو ایک مختصر سا نکتہ بتایا ہے۔ اور وہ بھی حالت بیماری میں لیٹے لیٹے لکھا سکا۔ انشاء اللہ العزیز صحت ہو جانے پر اسرار دعا پیش کر سکوں۔ وباللہ التوفیق۔ (عرفانی)

اظہار شکرگذاری

میں نے اپنی علالت کی خبر کو شائع نہیں کیا تھا۔ اور نہ میں اسکی کوئی خاص اہمیت سمجھتا ہوں۔ بجز اس کے دوستوں کو تحریک دعا ہو۔ بعض دوستوں کو کسی نہ کسی ذریعے سے علم ہوا۔ اور بعض خطوط کے جواب میں عزیز مکرم شیخ محمود احمد صاحب نے تذکرہ کر دیا۔ اس پر مختلف مقامات سے اظہار ہمدردی کے خطوط آئے ہیں۔ اور پشاور کی جماعت نے میرے صحت پانے تک بالالتزام دعا کرنے کا عزم فرمایا۔ میں تمام احباب کا شکر گذار ہوں۔ خاص کر جماعت پشاور کا۔ بے شک ان کی دعائیں میرے لئے اکسیر ہوں گی ؛

عرفانی

عقل والہام

از جناب مولوی محمد احمد صاحب بی اے وکیل کپورتھلہ

ذیل میں مولوی محمد احمد صاحب بی اے وکیل کپورتھلہ کی ایک نظم شائع کرتا ہوں۔ الحکم کے دورِ اول میں بھی شعر و شاعری کے لئے اس میں صرف اعلیٰ پایہ کی نظموں کو جگہ دیجاتی رہی ہے۔ اس نظم میں جذبات کا اظہار نہیں۔ بلکہ ایک علمی مسئلہ کی حقیقت نمایاں ہے۔ اور وہ امتیاز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دنیا میں آیا۔ وہ بطور ایک راز کے قرآن مجید میں تو موجود تھا مگر اس کی حقیقت کا انکشاف اسی انسان کے لئے مقدر تھا جس کو جری اللہ فی حلل الانبیاء کہا گیا۔ عزیز مولوی محمد احمد نے چونکہ اسی حقیقت کو پیش کیا ہے۔ جو مسئلہ عقل والہام کے متعلق بیان فرمائی گئی اور یہ کوثر کی ایک چھوٹی سی موج ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تقسیم کرتے رہے۔ اور قیامت تک تقسیم ہوتی رہے گی۔ خدا نے چاہا تو اس پر ایک لذیذ مضمون لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ احباب دعا کریں کہ مجھے جلد صحت ہو جائے۔ وہ مضمون باوجود علمی مضمون ہونے کے اچھوتا مضمون ہوگا۔ (عرفانی)

جویم از نامش سخن را فتحِ باب حق تعالیٰ را ثنائے بے حساب
ایزدِ منّان رحمٰن رحیم از خطا ہا رہنما سوئے صواب
از رگِ جاں نیز ہم نزدیک تر چارہ سازِ بیکساں در رنج و تاب
علم او از عینِ قدرت آفرید ایں نگارستان بچندیں آب و تاب
حکمتش قانون و دستورے نہاد ویں عمارت را رسانیدہ بآب
منتظم در رشتۂ تقدیر شد ثابت و سیّار و مہر و ماہتاب
شیوۂ تسلیم کردند اختیار برق و باران و سحاب و آفتاب
حسبِ حکمش آمدہ جنبش پذیر غنچہ و بادِ صبا موج و حباب
ہم ودیعت کرد تاثیرات را در نہادِ باد و آتش خاک و آب

علّت ایں جملہ اسباب و عِلَل
مرجعِ کون و مکاں حسن المآب

کائنات و ایں نظامِ محکمش رہ نماید سوئے حق مِن کُلِّ باب
اندک اندک جلوہ اش بینی دریں چوں ہمے بینی کہ بیداری بخواب
عقل مے گوید کہ او باید شدن برنگیرد از رخِ ہستی نقاب
عقل از نورِ یقیں تا بہرہ مند لازمِ حالش گمان و ارتیاب
در طلب آدراک جولانی نمود وہم را انداختہ اندر رکاب
بس دوید و روئے دلبر را ندید یعنی گردِ راہِ گردیدہ حجاب
تا چہ پرسی از قیاس ناتمام بودِ آں بے بود چوں موجِ سراب
در بیاباں فلسفی لب تشنہ ماند بلکہ گردید از خجالت آب آب

اندریں میداں سپر انداختند
عقل و ادراک و قیاسات و حساب

جاں ز جاناں باز مے جستے نشاں در دِ دوری را نمے آورد تاب
عشق را چوں شورِ شوق از حد شدہ رَبِّ اَرِنِی، گفت اندر اضطراب
تا خدا آں مایۂ بے مایگاں خود نمودہ ایں سوالے را جواب
رحمتش بر عجزِ مسکینے تپید بندہ را از سوئے شہ آمد خطاب
بے نشانے را نشاں آمد پدید از درِ الہام و وحیِ مستطاب
دیدہ را گفت رشد قائم مقام تا بماند جائے ایمان و ثواب
اِنّا الموجود ایں رازے کشاد بے حجابی ہا نمود اندر حجاب
ظلمتِ وہم و گماں کافور شد تافت از نورِ یقیں صد آفتاب
نوعِ انساں را کلامِ حق نما وارہانیدہ ز خسران و تباب

قول و فعلش سر بسر توفیق یافت
از کتابِ فطرت و اُمّ الکتاب

تا مشیت رنگ ہستی ریختہ چوں شدہ آباد ایں دیرِ خراب
سُنّت اللہ ہم چنیں اُفتادہ است عقل از الہام آید فیضیاب
چوں زِ روئے اختلاف و گمرہی در جہاں برپا شود یک انقلاب
حق تعالیٰ از میانِ مردماں انبیارا دانما ید انتـ[illegible]

شیوہ ہائے رہبری آرد بکار
تا نماند حجتے روزِ حساب

در حریمِ گفتگو با کبریا — ہر کہ شد از فضلِ او شد باریاب
سربلنداں را نیارد در شمار — برق طبعاں را نگیرد با حساب
مرضعیفاں را نوازد آشکار — دعوتِ ایشاں نماید مستجاب
حجتِ محکم قوی آید پدید

بر وجود وجودِ آں عالی جناب
از طفیلِ سیدِ خیر الامم — تا ابد باقیست الہام و خطاب
او نبی آمد نبی گر نیز ہم — حسن و احسانش نگنجد در حساب
حق بما اسلام را کامل نمود،
یعنی ہر انعام را شامل نمود،

دنیائے احمدیت

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

عید کے دوسرے روز یعنی ۱۸ رجنوری کو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ۴ بجے بعد دوپہر بذریعہ موٹر لاہور تشریف لے گئے۔ جہاں رات کے سات بجے بخیر و عافیت پہنچ گئے۔ ۱۹ کے دن جمعہ تھا۔ اور حضور کا قیام بھی لاہور میں تھا۔ اسلئے خطبہ جمعہ خود ہی ارشاد فرمایا۔

۲۰ رکو بھی لاہور میں قیام رکھا۔ ۲۱ رکی دوپہر کو لاہور سے روانہ ہو کر قصور تشریف لے گئے۔ جہاں حضرت میرزا عزیز احمد صاحب ایم۔ اے مجسٹریٹ درجہ اول جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سب سے بڑے پوتے ہیں۔ اور حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے خلف الرشید ہیں کی کوٹھی پر قیام فرمایا۔

چند گھنٹے قیام فرما کر اسی روز فیروزپور تشریف لے گئے۔ جہاں ۴½ بجے شام پہنچ گئے۔ اور کپتان خلیفہ تقی الدین صاحب آئی ایم ایس کی کوٹھی پر قیام فرما ہوئے۔

۲۲، ۲۳، ۲۴ رفیروزپور میں قیام رکھا۔ ۲۵ رکو حسب درخواست ملک غلام محمد صاحب تقریر کرنے کے لئے قصور تشریف لے گئے ۲۸ رجنوری کو پھر لاہور، امرتسر ہوتے ہوئے ۵½ بجے قادیان تشریف لے آئے۔

صاحبزادہ مظفر احمد صاحب

صاحبزادہ مظفر احمد صاحب ابھی ابھی اٹلی کے سفر سے واپس لنڈن آئے تھے۔ وہاں یک بیک اپنڈے سائٹس کا حملہ ہوا۔ ڈاکٹروں نے خطرہ محسوس کر کے فوری اپریشن کا مشورہ دیا۔ جو فوراً کر دیا گیا۔ درد صاحب نے اس حالت کے متعلق تین تاریں دیں۔ پہلی تار ۲۰ رجنوری کی صبح کو دی۔ اس میں بیماری کی خبر دے کر اپریشن کی اجازت مانگی۔

دوسرا تار اسی روز شام کو دیا۔ جس میں لکھا کہ ڈاکٹر فوری اپریشن کا مشورہ دیتے ہیں۔

تیسرا تار ۱۱½ بجے روانہ ہوا اس میں لکھا کہ اپریشن ہو گیا اور خدا تعالےٰ کے فضل سے کامیاب ہوا

خدا تعالیٰ کی قدرت تھی کہ یہ تاریں کسی جگہ رُکی رہیں۔ اور اکٹھی ہی ملیں۔ ورنہ اگر صرف پہلی یا دوسری تار ہی ملتی۔ تو خاندان نبوت اور تمام احباب سلسلہ کا اضطراب بڑھ جاتا۔ مگر تینوں تاروں کے ملنے سے اضطراب اور تکلیف تو ہوئی۔ لیکن آپریشن کامیاب ہو جانے سے بہت حد تک اطمینان ہو گیا۔

حضرت اقدس کو سفر ہی میں صاحبزادہ صاحب کی بیماری کی اطلاع دی گئی۔ حضور نے اسی وقت خود دریافت حال کیلئے تار دیا۔ نیز حضرت ام المومنین کے حضور میں بھی تار دیا

۲۴ رجنوری کو درد صاحب کا ایک اور تار آیا جس میں لکھا کہ صاحبزادہ صاحب کی صحت قابل اطمینان طور پر ترقی کر رہی ہے۔

۲۹ رجنوری کو پھر ایک تار موصول ہوا کہ صاحبزادہ صاحب کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہو رہی ہے۔

ان تاروں کی بنا پر ہم امید کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے الحکم کے شائع ہو کر پہنچنے تک صاحبزادہ مظفر احمد صاحب بالکل تندرست و توانا ہو کر اپنے تعلیمی مشاغل میں مصروف ہو گئے ہونگے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ خاندانِ نبوت کے تمام نونہالوں کو ہر قسم کی نظر بد سے بچائے۔ اور ہر قسم کی دینی و دنیوی ترقیاں عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی ذرہ نوازی

یہ کوئی پہلا موقع نہیں کہ حضور نے اپنی خادم نوازی کا اظہار کیا ہو۔ میں تو ایسے ہی واقعات میں گذشتہ چوتھائی صدی سے پرورش پا رہا ہوں۔ میری علالت کی خبر سن کر حضور نے ۲ رفروری ۱۹۳۴ء کو خاکسار کے غریبانہ پر کر دیکھا یہی چیز ہے جو قوموں کی تعمیر اور بقاء کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ ان ہی اخلاق کو اختیار کر کے ہم ایک دوسرے کے لئے مفید ہو سکتے ہیں!—

حضور کافی دیر تک بیٹھے رہے۔ اور ایک گرم قمیص کے ساتھ میری سرفرازی فرمائی۔ صحت کے متعلق ضروری مشورے دیئے۔ اور میرے بار بار عرض کرنے پر تشریف لے گئے۔

زندہ باد — زندہ باد خلیفۃ المسیح والمہدی

دفتر پرائیوٹ سکرٹیری کی طرف سے سکرٹریان لجنہ اماء اللہ کو اطلاع

جملہ سکرٹریان لجنہ اماء اللہ کو اطلاع دیجاتی ہے کہ مجلس مشاورت ۱۹۳۳ء کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا تھا کہ جہاں جہاں لجنہ اماء اللہ قائم ہیں وہ اپنی اپنی لجنہ اماء اللہ رجسٹرڈ کرا لیں۔ یعنی میرے دفتر سے اپنی لجنہ کی منظوری حاصل کریں۔ پھر انھیں جنھیں میری اجازت سے منظور کیا جائے مجلس مشاورت کا ایجنڈا بھیجا جایا کریگا۔ وہ رائے لکھ کر پرائیوٹ سکرٹری کے پاس بھیجدیں۔ میں جب ان امور کا فیصلہ کرنے لگوں گا تو ان کی آراء کو بھی مد نظر رکھ لیا کروں گا گذشتہ سال چودہ انجمنیں منظور ہو چکی ہیں جو انجمنیں ابھی تک منظور نہیں ہوئیں۔ ان کو چاہیے کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے درخواست کر کے منظور کرا لیں۔ تاکہ ان کو ایجنڈا بھیجا جائے۔

سلسلہ کی طرف سے احمدیان بہار سے اظہار ہمدردی

نظارت تعلیم و تربیت کی طرف سے مولوی غلام احمد صاحب مجاہد کو صوبہ بہار میں بھیجا گیا ہے۔ تاکہ وہ وہاں کی احمدی جماعتوں کے حالات سے مفصل اطلاع دیں۔ کہ کیا ان کو زلزلہ سے کوئی نقصان تو نہیں پہنچا۔ اور جن احمدی احباب کو کسی قسم کا نقصان پہنچا ہو۔ ان کے ساتھ سلسلہ کی طرف سے اظہار ہمدردی کریں۔ اس غرض کے لئے کچھ رقم بھی ان کے ہاتھ میں دی گئی ہے تاکہ وہ ضروری مقامات پر فوری مدد کر سکیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ جماعت احمدیہ کلکتہ کی طرف سے تین سو روپیہ کی رقم بذریعہ تار مصیبت زدگان کے لئے بھجوائی گئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۲۶ رجنوری کو خطبہ جمعہ میں مصیبت زدگان کی مدد کے لئے جماعت کو ہدایت فرمائی۔ اس ارشاد کی بنا پر فوری طور پر قادیان کی مرکزی جماعت کی طرف سے چندہ جمع ہونا شروع ہو گیا ہے۔

سالانہ جلسہ کے متعلق میرے تاثرات

نمبر ۴

(۱۷)

خواتین کے جلسہ میں

اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے انبیاء و رسل کی زندگی پر اس قسم کے آثار و نشانات دیکھتے ہوئے میں خواتین کے جلسہ میں چلا گیا۔ مجھے احمدی جماعت کی خواتین کے جلسوں میں متعدد مرتبہ تقریریں کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور اس مرتبہ بھی میں ان میں تقریر کرنے کے لئے گیا تھا۔ میں اپنی تقریر پھر کسی دوسرے وقت انشاء اللہ العزیز شائع کروں گا۔ اس وقت صرف اپنے تاثرات کا ذکر کرتا ہوں:۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عورتوں کا کوئی الگ جلسہ نہیں ہوتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مختلف اوقات میں مستورات کی تربیت دینی کے لئے اپنے مکان میں وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ عورتوں میں درس قرآن کریم دے لیا کرتے تھے۔ خلافت ثانیہ میں جہاں حاضرین کی تعداد پچیس ہزار تک بڑھ گئی (اس وقت تک) مستورات کی تعداد میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ اور لجنہ اماء اللہ کے قیام نے خواتین احمدیہ کی تنظیم و تربیت کا ایک نیا ماحول پیدا کر دیا۔ مجھے تاریخ بیان کرنا مقصود نہیں۔ صرف مختصر اً اس لئے ذکر کر دیا ہے کہ تا یہ معلوم ہو کہ خواتین کے جلسہ کی عظمت و شان کیا رنگ رکھتی ہے۔

جلسہ گاہ پہلے کی نسبت بڑھا دیا گیا ہے۔ اور یہ صدر انجمن کے اپنے مکان میں بنایا گیا ہے۔ خاکسار عرفانی کے آشیانہ کو بھی یہ عزت حاصل رہے گی کہ خواتین کے جلسہ کی ابتداء اسی میں شروع ہوئی۔ بہرحال میں اندر گیا۔ میں نے دیکھا کہ ہزاروں خواتین جو بڑے بڑے معزز افراد کی بیویاں۔ بیٹیاں۔ بہنیں اور مائیں ہیں۔ فرش زمین پر نہایت اخلاص اور بشاشت ایمانی کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحابہ کی بیٹیاں اور مبلغین سلسلہ کی بیویاں ہر چھوٹے چھوٹے کام کو خوشی اور محویت سے کر رہی ہیں۔

(۱۸)

عورتوں کے عظیم الشان مجمع کو دیکھ کر میں نے دختران احمدیت کو باآواز بلند السلام علیکم کہا۔ اور میں نے دیکھا کہ جواب سے آسمانی فضا گونج اٹھی جس سے کوئی قلب متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی حضرۃ سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ کی صدارت میں جلسہ کا کام جاری ہے۔ اور حضرۃ سیدہ ام طاہر احمد صاحبہ حرم ثانی حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو بہ حیثیت ناظمہ اعلیٰ کام کر رہی تھیں۔ مگر ان میں جو جوش اور رنگ کام کرنے کا تھا وہ کم از کم میرے لئے شرم دلانے کو کافی تھا۔

حضرۃ سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا وجود تو خود خدا تعالیٰ کی ایک آیۃ اور نشان ہے۔ اس کی موجودگی بابرکت اور موجب رحمت رہی ہے۔ سیدہ ام طاہر خدا تعالیٰ کے قائم کردہ خلیفہ کی بیوی ہو کر خادمات کی طرح کام کر رہی تھیں

مختلف مذاق۔ مختلف بلاد اور مختلف طبقات کی مستورات تھیں اور اتنے بڑے جلسے کے انتظام کو قائم رکھنا آسان امر نہیں۔ پھر جلسہ کا ہی انتظام نہ تھا۔ ان مہمان خواتین کی رہائش اور خوراک کا انتظام بھی ان کے ہی سپرد تھا۔

میں نے خواتین کے اس جذبہ کو عام طور پر اور خصوصیت سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کی خواتین کو دیکھا کہ وہ کس عقیدت کے ساتھ کام کر رہی ہیں۔ مجھے پھر ایک لذیذ ایمان پیدا ہوا۔ کہ اگر خاندان نبوت کی خواتین کامل عقیدت اور پورے اخلاص کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر ایمان نہیں رکھتیں تو کس چیز نے انھیں یہ فدائیت اور انکساری کا جذبہ پیدا کر دیا۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل صداقت میں ہمیشہ حضرت ام المومنین (متعنا اللہ لطول حیاتہا۔ آمین) کے ایمان کو سب سے بڑی دلیل سمجھا ہے۔

مجھے وہ دن یاد آ گیا کہ جب حضرت ام المومنین اور حضرت خلیفہ ثانی نے جو ابھی ۹ برس کے بچے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ پھر بعض واقعات میرے سامنے سے گذرے۔ جن میں سے حضرت ام المومنین نے حضور کے الہامات کے پورا ہونے کے لئے صدقات اور قربانیاں کیں۔ اور رو رو کر خدا تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں۔ غرض میں نے ان کام کرنے والی خواتین میں ایسی غیرت دینی اور جوش حقیقی دیکھا کہ جو انسان کے نفس میں سے تنجتر۔ اور رعونت کے جراثیم کو جلا کر رکھ دیتا ہے۔ میں نے پھر اپنے قلب میں ایک جوش پایا اور کہا کہ

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے دلائل کا دوسرا مظاہرہ ہے

(۱۹)

وہ جگہ جہاں جلسہ گاہ تعمیر ہوئی ہے قدیم زمانہ میں ایک تکیہ تھا۔ جہاں اباحتی لوگ جمع رہتے اور بھنگ چرس پیتے۔ پھر وہ تکیہ برباد ہو گیا۔ اور یہ روڑیوں اور مزبلہ کا ڈھیر بن گیا۔ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی مقام پر عید کی نماز پڑھی۔ وہ نظارہ میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ مرزا امام الدین صاحب بھی چند آدمی وہاں لے کر آ گئے اور انھوں نے الگ نماز پڑھنی چاہی۔ تب حضرت مسیح موعود علیہ السلام پڑھ چکے ہوں گے۔

وامتازوا الیوم ایہا المجرمون

میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کہیں جاتے یا کھڑے ہوتے یا بیٹھتے دیکھتا تو میرے دل میں ہمیشہ یہ آتا ہے کہ یہ مقامات ضرور ہمارے قبضہ میں آ جائیں گے۔ چنانچہ جب عید کی نماز پڑھی گئی تو میں نے اسی وقت اپنے دل میں کہا تھا کہ انشاء اللہ یہ تکیہ کسی وقت سلسلہ کے قبضہ میں آ جائے گا۔ ایک زمانہ دراز کے بعد خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا میں نے کیا تماشا دیکھا کہ جہاں ایک زمانہ میں بھنگ گھٹتی تھی۔ چرس کے دم لگتے تھے اور روڑیوں کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے۔ آج وہاں خدا تعالیٰ کی حمد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جاتا تھا۔ اور شوکت اسلام کے اظہار اور اشاعت اسلام کے لئے دختران احمدیت جمع ہو کر اپنی ایثار و قربانی کا مظاہرہ کر رہی تھیں [illegible]

اس انقلاب پر ایک نظر کی اور کہا کہ کاش حق و صداقت کے دشمن اسی ایک بات کو سوچیں۔

مشرق و مغرب میں خواتین کی جو حالت ہے وہ خطرناک انقلاب اخلاق اور اپنی زندگی میں پیدا کرنا چاہتی ہیں۔ وہ ایک جنگ کا اعلان کر رہی ہیں خصوصاً ان ہی ایام میں ایسا جنگ جس سے سوسائٹی کا نظام درہم برہم ہو جاوے۔ مگر یہ قادیان میں جمع ہونیوالی عورتیں کیا چاہتی ہیں؟ کیا نظام تمدن اور منزلی زندگی کی بربادی؟ نہیں وہ اس تحریک کے خلاف جنگ کرنے کو آمادہ ہیں جو

قرآن کریم کے قائم کئے ہوئے تمدن و تہذیب کے خلاف ہو

وہ دنیا میں مذہب کی ضرورت۔ اسلام کی صداقت۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ذریعہ صداقت اسلام پر شہادت کا علم لے کر کھڑی ہوئی ہیں۔ وہ اپنی اولادوں میں وہ روح پیدا کرنا چاہتی ہیں جو سعادت مند فرزندان اسلام میں تھی۔ اور قرون اولیٰ میں انھوں نے اپنی قربانیوں سے ثابت کر دکھایا کہ وہ اپنے شوہروں سے قربانیوں کا مطالبہ کرتی ہیں۔ مگر اپنے نفس کے لئے نہیں بلکہ

اعلائے کلمۃ الاسلام کے لئے

میں نے اس فضا کو دیکھا۔ مادہ پرست۔ حقائق سے ناواقف ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ جاہل اور عبوس الوجہ ملاں ابھی اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ جن کو ربانی اخلاق اور آسمانی آیات اور نور سے کچھ بھی حصہ نہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا مشاہدہ کرنیوالا مومن ہاں وہ مومن جس نے خدا تعالیٰ کے مرسل کی زندگی میں خدا تعالیٰ کی تازہ بتازہ بشارتوں کو سنا ہو۔ وہ فی الحقیقت دیکھتا ہے کہ اس وقت تمام فضا فرشتوں سے بھری ہوئی تھی اور سلسلہ احمدیہ کی ان خواتین پر وہ مبارک باد کے پھول برسا رہے تھے کہ تم ہی وہ ہو جن کے بچے اور اولادیں آئندہ دور میں دنیا کے نظام کے قائم رکھنے کے امین سمجھے جائیں گے۔

میں نے اس سارے نظارہ کو پھر غور سے دیکھا اور کہا کہ جس سلسلہ کی خواتین کے اندر یہ جذبہ اور جوش ہے۔ وہ محض خدا کی رضا کے لئے ہے اور یقین کرے کہ وہ حقیقت ان کے اندر پیدا ہوگی کہ

یہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ سلسلہ ہے۔

دنیا کے تختہ پر کوئی طاقت اس سلسلہ کو فنا نہیں کر سکتی۔ وہ بڑھے گا۔ جیسے بڑھتا چلا آیا ہے۔ اور اس قدر بڑھے گا کہ آخر وہ وقت آئے گا کہ بادشاہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈھیں گے۔ تب اس زمانہ کے مصنف اور مورخ اس عہد کی خواتین کے ایثار اور قربانیوں کے نمونہ بیان کریں گے۔ اور وہ انھیں آنیوالی نسلوں کے لئے بطور مثال پیش کریں گے۔

ٹھیک اسی طرح جیسے عرفانی آج ہی کے جلسہ میں صحابیات کے قابل رشک ایثار و قربانیوں پر ایک وجد آفریں تقریر کر رہا تھا۔ میں نے اپنے افکار کے ہجوم میں الحمد للہ کہا کہ میں نے اللہ کے فضل سے اس عہد قدیم جس کو میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عصر سعادت کہا کرتا ہوں۔ دیکھا۔ اور آج عہد خلافت ثانیہ کی برکات میں اس [illegible] کا مبارک [illegible] کیا۔

الحمد للہ علیٰ ذالک

"شیخ صاحب! اس میں افسوس کی کونسی بات ہے۔ چاول بھی موجود ہیں۔ گوشت بھی موجود ہے۔ گھی بھی موجود ہے۔ مصالحہ جات بھی موجود ہیں۔ اس میں سے گیا تو کچھ بھی نہیں۔ میں تو چاول زیادہ گلے ہوئے پسند کرتا ہوں۔"

[illegible] (اشارہ کر کے) فلاں اپنے بھائی پر اعتماد کیا۔ اور میں اسکو بہت ہوشیار سمجھتا تھا۔ لیکن میں بہت نادم ہوں کہ ان کے تساہل سے چاول ملیدہ ہو گئے ہیں۔ تو حضرت اقدس نے ہنس کر فرمایا:۔

(۲۰)

میں خواتین کے جلسہ گاہ سے اپنی تقریر ختم کرنے کے بعد مندرجہ بالا تاثرات کو لے کر نکل آیا۔ اور مردانہ جلسہ گاہ کی طرف چلا گیا۔

مردانہ جلسہ گاہ کے لیکچروں وغیرہ کے متعلق میں اپنے تاثرات کا ذکر پھر کبھی کروں گا۔ سردست میں اپنے ایک اور خیال کا ذکر کرتا ہوں۔ جس میں قادیان کے ان لیل ونہار کو دیکھ ڈوب گیا۔

مینے اسلامی ممالک کے مرکزوں کو دیکھا ہے۔ سرسری نظر سے نہیں بلکہ کھلی آنکھ اور سوچنے والے دل کے ساتھ میں سچ کہتا ہوں کہ قرآن مجید کی وہ تمام آیات یکجائی طور پر میرے زیر نظر رہیں جن میں سیروا فی الارض کا حکم ہے۔ اور ہندوستان کے بھی تمام بڑے بڑے شہر دیکھنے کا مجھے ایک مرتبہ نہیں متعدد مرتبہ موقع ہوا ہے۔ ان سب پر یکجائی نظر سے مینے **قادیان کے لیل ونہار** سے مقابلہ کیا۔ مینے دیکھا کہ قادیان کی فضاء اس کی **زمین وآسمان** بالکل نیا ماحول تیار کر رہے ہیں۔ یہ شرف اس زمانہ میں قادیان ہی کو حاصل ہے کہ ایام جلسہ میں **نمازوں کے وقت** ہزارہا خدائی مخلوق ایک ہی دل اور ایک ہی روح کے ساتھ اپنی جبین نیاز کو رگڑ رہی ہے۔ اور اس کا مقصد وغرض سوائے اعلائے **کلمۃ الاسلام** کے اور کچھ نہیں۔ یہ عجیب قسم کے لوگ ہیں کہ اپنا سب کچھ اس راستہ میں قربان کر دینے کا عہد کر کے نکلے ہیں۔ اور جب تک وہ اپنے مقصد کو حاصل نہ کر لینگے بدستور اس میدان میں کھڑے رہیں گے۔ ذوق سلیم ان نظاروں کو دیکھ کر میرے دماغ میں عجیب وغریب لہریں پیدا کر رہا تھا۔

مینے سوچا کہ یہ **قوت عملی یہ ثبات قدم** یہ اپنی کامیابی کا یقین مخالف سے مرعوب نہ ہونے کی قوت۔ ساری دنیا پر چھا جانے کا یقین ان میں کیوں کر پیدا ہوا۔ تب میں نے ایک لذیذ بصیرت سے کہا کہ ان لوگوں نے **خدا کو دیکھ لیا ہے**۔ اسلئے جو بشاشت ایمانی اور یقین کی قوت ان میں نظر آتی ہے۔ اس میں فنا ہونے کے ذرات نہیں ہیں۔ اور دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی قوت اس حق کو دبا نہیں سکتی۔

اجتماعات اور بہت بڑے اجتماعات دنیا میں ہوتے ہیں اور ہر روز ہوتے ہیں۔ ایک ایک فٹ بال کے مقابلہ میں لاکھوں تماشائی جمع ہو جاتے ہیں۔ اسلئے میں کسی اجتماع میں کثرت شرکاء کو کوئی بڑی اہمیت نہیں دیا کرتا۔ میرا نقطۂ نظر بالکل الگ ہے۔ اور وہ مقصد کی بلندی اور پستی ہے۔

فٹ بال کے میچ کے مقابلہ کی کثرت کبھی سلیم القلب انسان پر مؤثر نہیں ہوگی۔ اسلئے اس مجمع کا **خدا** کے ساتھ یا خدا کی مخلوق کی نفع رسانی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ مقصد نہایت ذلیل اور پست ہے کہ اپنے حریف کو کسی نہ کسی طرح ہرا دیں۔ لیکن یہ اجتماع عظیم اس لحاظ سے بے نظیر ہے اور بے نظیر رہے گا کہ اس میں جمع ہونے والوں کا مقصد اپنے نفس کی کوئی تفریح نہیں۔ بلکہ وہ ہر قسم کی تفریح کو قربان کر کے بھی چاہتے ہیں کہ خدا کا نام بلند ہو۔

غرض مینے اپنی سیاحت کے تجربہ کی مدد سے بالکل ایک آزاد خیال انسان کی طرح **قادیان کے لیل ونہار** کو دیکھا کہ اس وقت جب کہ تمام قومیں اور ملتیں اپنے حقوق کی حفاظت کے نام سے باہم جنگ کرنے کی تجاویز میں مصروف ہیں۔ یا دنیا کی مال ومتاع یا سونے چاندی کے ٹکڑوں کو جمع کرنے کی فکر میں ہیں۔ یا اپنے آتشیں ہتھیاروں اور ہلاکت آفرینی کی قوتوں میں امتیاز حاصل کرنے میں لگی ہوئی ہیں۔ یہ لوگ **ایک چھوٹی سی بستی میں ایک**

پکارنے والے کی آواز

پر جمع ہوتے ہیں۔ جو انھیں اپنی نہیں بلکہ **خدا کی باتیں** سناتا ہے اور ایک خطرناک رَو کا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑا کر دیتا ہے۔

میں نے اس تمام نظارے کو اپنے دماغ میں جمع کیا اور چشم تصور سے دیکھا کہ دنیا کا **ایک گمنام انسان** خداتعالیٰ کے حضور اپنے ملکی اثرات اور ربانی جذبات سے ایک ایسی قوت حاصل کر لیتا ہے کہ **پھر وہ نہیں بولتا مگر**

خدا اس کی زبان سے بولتا ہے

اور ایسے وقت میں، وہ ایسی باتوں کا اعلان کرتا ہے جو دنیا کی عقل وفکر میں ناممکن ہیں۔

مینے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ابتدائی زندگی پر نظر کی اور

خدا کے ان مبشر وعدوں کو دیکھا

جو وہ اس کے حکم سے شائع کر رہا ہے کہ یہ **بستی ترقی کرتی چلی جائے گی** اور آج دنیا آکر دیکھتی ہے کہ وہ جو اس نے خدا سے وحی پا کر کہا کسطرح **پورا ہو رہا ہے**۔

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان [illegible]